شہرِ دلکشا برہانپور
مصنف
ڈاکٹر یٰسین قدوسی
صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ

تحفۂ خلوص
محترمی عالی عزیز
تنویر رضا برکاتی صاحب
16/3/2020

شہر دلکشا برہانپور

مصنّف

ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی

صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ

کتاب کا نام : شہر دلکشا برہانپور

مصنّف : ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی

9370169571

پتا : ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی، ہاؤس نمبر Q-452، قدوسی ہاؤس، تاج چوک
نیا بازار کامٹی۔ناگپور۔441001 (مہاراشٹر)

پبلشر : ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی، ہاؤس نمبر Q-452، قدوسی ہاؤس، تاج چوک
نیا بازار کامٹی۔ناگپور۔441001 (مہاراشٹر)

مطبع : زمان کمپیوٹرس، حسین آباد کامٹی

سرورق : احسان حیدر

کمپوزنگ : احسان حیدر

ضخامت : ۱۴۸ صفحات

تاریخ اشاعت : مارچ ۲۰۲۰

تعداد اشاعت : ۷۰۰

قیمت : ۲۰۰ روپے

SHAR-E-DILKUSHA: BURHANPUR
By: Dr. M.YASEEN QUDDUSI
Pub: Zamaan Computers, KAMPTEE
March 2020
Price: Rs.200/-

:: ملنے کا پتہ ::

☆ قدوسی ہاؤس، تاج چوک، نیا بازار کامٹی۔ناگپور 441001

انتساب

عزت مآب حمید الحق انصاری سکریٹری سعیدہ ہاسپٹل اینڈ ریسرچ سینٹر/
یونانی طبی ایجوکیشن سوسائٹی کھنڈوہ روڈ برہانپور، بڑی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔عوامی
طور پر آپ لالوسیٹھ کے نام سے بھی اپنی شناخت رکھتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے
آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے ۔ خاندانی
روایات وخدمات کے عمل کو آپ نے جاری و
ساری رکھا ہے ۔ ملک و قوم کی فلاح و بہبودی
کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں ۔ دین و
دنیوی تعلیم و تربیت کے جذبہ کے تحت
نونہالان قوم کی تربیت اور عمل کے پیکر ہیں۔
اس لیے برہانپور شہر کے مختلف اداروں اور
تنظیموں سے آپ کی وابستگی ہے۔ آپ کا
خانوادہ اردو زبان وادب اور تاریخی تصانیف کا علمبردار رہا ہے۔آپ بھی اہل علم وقلم و
عمل کے بڑے دلدادہ ہیں۔اردو زبان وادب کے فروغ میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں
چنانچہ شہر دلکشا برہان پور آپ کے دست مبارک آج اجرا کی یہ تقریب عمل میں آرہی
ہے اور یہ تصنیف ان کے ہی نام سے معنون ومنسوب کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی

سابق ناظم عربی وفارسی کتبات، محکمۂ آثار ہند، حکومت ہند ناگپور

نیابازار کامٹی۔ناگپور ۴۴۱۰۰۱

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شہر دلکشا برہانپور کا کیا کہنا، صدیوں پرانا شہر اپنی وراثت، تاریخی شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ رواں دواں ہے۔ میں کئی بار برہانپور آچکا ہوں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ یوں تو اس شہر کے متعلق کئی کتابیں اور گائڈ شائع ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی زیور اشاعت سے آراستہ ہو کر آپ تک پہنچ چکی ہے۔ میرے اپنے تاثرات اور خیالات اس کتاب کا حصہ ہیں۔ عبدالرحیم خانخاناں برہانپور میں برسوں مقیم رہے۔ بزرگان دین وصوفیائے کرام سے اس کے تعلقات بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ چنانچہ حضرت نعمان نقشبندیؒ، حضرت ہاشم کشمیؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ سے اس کی عقیدت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکتوبات عبدالرحیم خانخاناں کے نام ملتے ہیں جن میں ہدایت ورہنمائی کی گئی ہے۔

کتبات کی کیا اہمیت ہے، برہانپور، اسیر گڑھ اور بہادر پور کے کتبات میں کیا معلومات ہیں اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اصلی کتبات کے عکس بھی شامل کتاب ہیں۔ اسی طرح کچھ تاریخی تعمیرات مقبروں اور مساجد کی فوٹو بھی اشاعت کا حصہ ہیں۔

محمد اسمٰعیل فہمی برہانپوری کے خانوادے کے تعلق سے بھی تحریر شامل ہے۔ اس خاندان کی سیاسی، سماجی، جدوجہد آزادی میں حصہ، اردو زبان وادب کے فروغ

میں نمایاں کارکردگی اور شعری مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ماثر رحیمی کا اردو ترجمہ واقعی یہ بہت بڑی دین ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے فہمی صاحب کے برادر محمد جاوید انصاری کی تاریخ برہانپور بھی اشاعت کے لیے تیار ہے۔

صوفیائے کرام و بزرگان دین پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ اس کتاب میں بھی اجمالاً چند اولیاء کرام برہانپور پیش کئے گئے ہیں کیونکہ ان کے بغیر برہانپور کی تاریخ پوری نہیں ہو سکتی۔

وصال ممتاز محل۔ مدفن اول ممتاز محل جو زین آباد میں واقع ہے اس کا بھی حال اور حقیقت بیان کی گئی ہے۔ درگاہِ حکیمی بھی برہانپور میں واقع ہے۔ اس کے متعلق بھی معلومات پیش کی گئی ہیں۔

تاریخ دلکشا برہانپور اور وابستگانِ خاص کے تحت ان حضرات کا تعارف پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق برہانپور سے ہے یا جو شہر برہانپور کی عظمت سے واقف ہیں اور انھیں اس کتاب کی اشاعت سے دلچسپی رہی۔

کمپوزنگ کی غلطیاں ہو سکتی ہیں اس لیے میں معافی کا خواستگار ہوں۔

۱۶ / مارچ ۲۰۲۰ء

ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی
سابق ناظم کتبات، محکمۂ آثار ہند، ناگپور
(قدوسی ہاؤس، نیا بازار، تاج چوک کامٹی
ناگپور ۴۴۱۰۰۱۔ مہاراشٹر)

برہانپور تاریخی سماجی اور ادبی جھلکیاں

برہانپور اور تاریخی پس منظر:

باب دکن برہانپور کی بڑی تاریخی اہمیت رہی ہے۔ موجودہ ریاست مدھیہ پردیش کا یہ تاریخی ضلع اور اسی ضلع کا صدر مقام ہے۔ دہلی سے بھوپال، اٹارسی، کھنڈوہ، برہانپور اور بھساول ریلوے اسٹیشن سے ہوتے ہوئے منماڑ، ناسک سے آگے ممبئی تک بذریعہ ریل ایک اہم راستہ ہے اسی طرح بمبئی سے بھساول برہانپور کھنڈوہ اٹارسی، جبل پور، الہ آباد بنارس، گورکھپور کے علاوہ لکھنؤ کانپور سے بھی بذریعہ ریل برہانپور وابستہ ہے۔ برہانپور بھوپال، جھانسی دہلی اور امرتسر بھی یہاں سے بذریعہ ریل سفر کرسکتے ہیں۔ آگرہ ممبئی شاہراہ بھی برہانپور سے گزرتی ہے۔ صوبہ مہاراشٹر سے متصل برہانپور اچلپور، امراؤتی، کھام گاؤں، آکولہ، جل گاؤں، جامود، بھساول اور راویر سے بھی اس کا قدیمی رشتہ ہے۔ حیدرآباد، دہلی، ناگپور، سورت وغیرہ سے بھی یہ صدیوں سے ہم آہنگ رہا ہے۔

جہاں تک خاندیش کے فاروقی حکمرانوں کے دور کو سمجھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خاندیش کے دو شہر تھالنیر اور برہانپور بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ۱۳۸۲ء میں فاروقی حکمرانوں نے خاندیش پر اپنا تسلّط قائم کیا اور خاندیش

کی پہلی راجدھانی یا دارالحکومت تھالنیر رہا۔ اس کے بعد برہانپور اسیر گڑھ کو یہ درجہ حاصل ہوا ہے۔ ان کا دور ۱۳۸۲ء سے شروع ہوا اور ۱۶۰۱ء تک قائم رہا۔ خاندیش پر جن فاروقی حکمرانوں نے حکومت کی ان کے نام درج ذیل ہیں۔

ملک راجا	:	۱۳۸۲ء تا ۱۳۹۹ء
نصیر خان	:	۱۳۹۹ء تا ۱۴۳۷ء
عادل خان اول	:	۱۴۳۷ء تا ۱۴۴۱ء
مبارک خان	:	۱۴۴۱ء تا ۱۴۵۷ء
عادل خان دوم	:	۱۴۵۷ء تا ۱۵۰۱ء
داؤد خان	:	۱۵۰۱ء تا ۱۵۰۸ء
عادل خان سوم	:	۱۵۰۸ء تا ۱۵۲۰ء (غزنی خان)
میران محمد فاروقی	:	۱۵۲۰ء تا ۱۵۳۷ء
احمد شاہ	:	۱۵۳۷ء
میران مبارک فاروقی	:	۱۵۳۷ء تا ۱۵۶۶ء
میران محمد فاروقی	:	۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۶ء
راجہ علی فاروقی	:	۱۵۷۶ء تا ۱۵۹۷ء (عادل شاہ چہارم)
بہادر شاہ فاروقی	:	۱۵۹۷ء تا ۱۶۰۱ء (قدر خان)

آخری پانچ حکمرانوں کے نام کے ساتھ شاہ بھی استعمال ہوا ہے۔ ۱۶۰۱ء میں حکومت خاندیش کا وجود ختم ہوا۔ مغل حکمران جلال الدین محمد اکبر بذات خود

خاندیش میں اپنی فوج کے ساتھ داخل ہوا اور برھانپور اسیر گڑھ میں اس حکومت کے خاتمہ تک موجود رہا۔ جنوری ۱۶۰۱ء میں بہادر شاہ فاروقی نے مغلوں کو خاندیش کی حکومت اور اپنی بادشاہت سونپ دی۔ اس طرح ایک آزاد حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خاندیش دور اکبری میں اس کا ایک صوبہ بن گیا۔

☆مغلوں کے دور میں صوبہ خاندیش اور اس کے اہم شہر☆

مغلیہ دورِ حکومت:

۱۶۰۱ء سے ۱۷۲۴ء تک خاندیش مغل حکومت کا ایک صوبہ رہا اور برھانپور کی اہمیت بھی برقرار رہی۔ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب اور اس کے بعد دیگر مغل بادشاہوں کے زیر تسلط خاندیش علم و ادب صوفیائے کرام اور تعمیرات کے لیے مشہور رہا۔ آج بھی وہ عمارات و دیگر باقیات اپنے اصل روپ یا کھنڈر کی شکل میں موجود ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اورنگ زیب قبل تخت نشینی اورنگ آباد میں تھے اور غرہ جمادی الاول ۱۰۶۸ھ اورنگ آباد سے برہانپور روانہ ہوئے اور ۲۵ جمادی الاول کو برہانپور پہنچ گئے۔ چونکہ شاہ جہاں کی علالت کا دور تھا اس لئے برہانپور سے اورنگ زیب نے ان کی خدمت میں عریضہ عیادت روانہ کیا۔ لیکن ایک ماہ تک اس کا جواب نہیں ملا چنانچہ اورنگ زیب نے برہانپور سے آگرہ کے لئے روانگی اختیار کی۔

(محمد ساقی مستعد، ماں، ترجمہ مولوی محمد فدا علی طالب، حیدر آباد ۱۹۳۲ء صفحہ ۳)

☆ نظام الملک آصف جاہ اوّل بانی مملکت حیدر آباد ☆

☆ ۱۷۰۰ء میں صوبہ خاندیش اور اس کے اہم مقامات ☆

آصف جاہی دور حکومت:

آصف جاں اول نے ۱۷۲۴ء میں خاندیش اور دکن کے دیگر صوبوں کو اپنے تابع کرلیا اور خاندیش ۱۷۲۴ء سے ۱۷۶۰ء تک نظام حکومت حیدر آباد کا حصہ بنا رہا اس کے بعد مراٹھا دور شروع ہوا جو ۱۸۱۸ء تک قائم رہا۔ ۱۸۱۸ء میں خاندیش پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا اور برھانپور اسیر گڑھ بھی ان کے پاس چلا گیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۹۴۷ء تک یہ انگریزی حکومت میں شامل رہا پھر جب مما لک متوسط برار پر انگریزی حکومت قائم ہوئی تب برھانپور اسیر اور دیگر خاندیش کے علاقے مما لک متوسط کے تحت آگئے جس کا صدر مقام ناگ پور تھا۔ خاندیش کے بعض اضلاع صوبہ بمبئی میں چلے گئے اس طرح خاندیش دو صوبوں میں بٹ گیا۔

آصف جاہی یعنی نظام حیدر آباد کے دور میں صوبہ خاندیش کی ۶ سرکاریں یا اضلاع تھے اور برہانپور انتظامیہ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

(۱) سرکار اسیر مع ۲۳ محال

(۲) سرکار بیجا گڑھ (کھرگون) مع ۳۲ محال

(۳) سرکار نندر بار/نذر بار مع ۶ محال

(۴) سرکار بگلانہ مع ۳۰ محال

(۵) سرکار گالنہ مع ۷ محال

(۶) سرکار ہنڈیہ مع ۲۷ محال

خاندیش دو صوبوں میں شامل:

جب ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا تب مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر صوبوں کی تشکیل عمل میں آئی۔ خاندیش کے ایک بڑے علاقہ کو مہاراشٹر میں اور دوسرے علاقے کو مدھیہ پردیش میں شامل کر دیا گیا۔ برھانپور مدھیہ پردیش میں اور دھلیہ، جل گاؤں، بگلانہ اور ناسک کے علاقے مہاراشٹر میں آگئے لیکن خاندیش بھلے ہی دو صوبوں میں بٹ گیا لیکن جغرافیائی اعتبار سے خاندیش آج بھی ایک ہے اور یہ تاریخ کا حصہ بھی ہے۔

برھانپور کی خوبیاں اور خصوصیات:

برہانپور شہر اور یہاں کی آبادی صدیوں سے محبّت و مروت کا گہوارا رہی ہے۔ امن کا پیغام جاری و ساری رہا ہے۔ مہمان نوازی میں خاص مقام کا حامل ہے۔ برہانپور دراصل مہمان پور کا درجہ رکھتا ہے۔ دل و جان سے مہمانوں کی عزت و پذیرائی کی جاتی ہے۔ تہذیب و تمدن کا یہ حصہ آج بھی قائم ہے۔ برہانپور اللہ والوں کا مسکن بھی رہا ہے۔ عوام بزرگان دین و اولیاء کرام کے بڑے قدر داں رہے ہیں۔
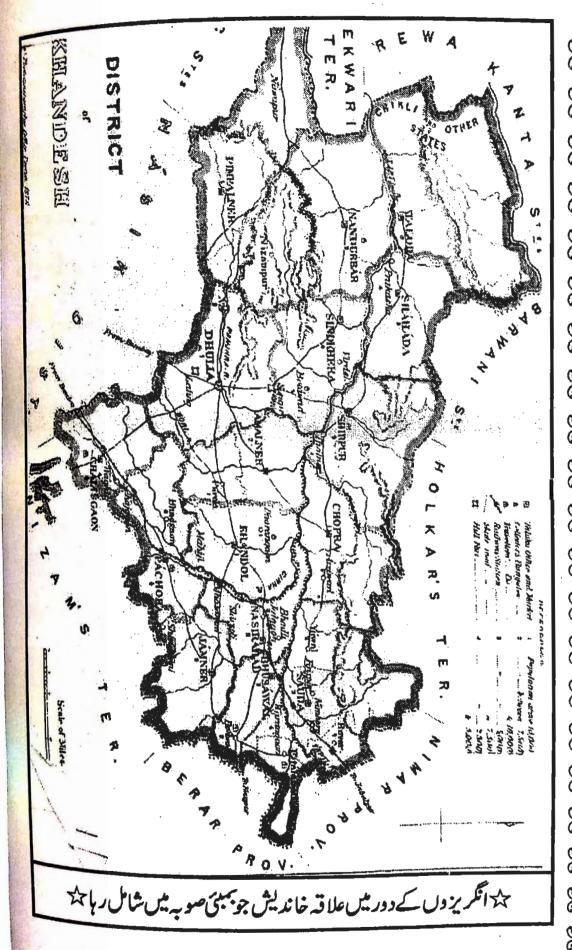
☆انگریزوں کے دور میں علاقہ خاندیش جو بمبئی صوبہ میں شامل رہا☆

سپہ سالار و صاحب صوبہ
عبدالرحیم خان خاناں، برہانپور اور اللہ
والوں سے قربت و رہنمائی

مغل دور حکومت یعنی عہد جہانگیری میں عبدالرحیم خان خاناں کا برہانپور اور خاندیش سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ آپ کی پیدائش ۹۶۴ھ میں لاہور میں ہوئی اور ۱۰۳۶ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ آپ دکن و خاندیش کے گورنر بھی رہے اور آپ پر یہ ذمہ داری تھی کہ دکن میں مغل حکومت کو پائیداری بخشی جائے اور علاقوں پر تصرف کریں۔ لیکن یہ کام آسان نہیں تھا اور بڑی مدت گزر گئی۔ بادشاہ کے مقربوں نے عبد الرحیم خان خاناں کے خلاف ایسا ماحول تیار کیا اور شاہ وقت کو گمراہ بھی کر دیا کہ خان خاناں نے دشمنوں سے خفیہ طور پر صلح کر لی ہے۔ جنگ تو ہوتی ہے مگر کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ اسی کے نتیجہ میں بادشاہ نے خان خاناں کو معزول کر دیا اور یہ بھی خطرہ برابر قائم رہا کہ شاید اسے قتل بھی کر دیا جائے۔ خان خاناں اللہ والوں اور بزرگانِ وقت کا بڑا قدر دان بھی تھا جب یہ صورت حال سامنے آئی تب وہ حضرت میر محمد نعمان نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوا جو اس وقت برہانپور میں ہی تھے۔ حضرت میر محمد نعمان نے عبدالرحیم خان خاناں کے تعلق سے اپنے پیر و مرشد شیخ احمد سرہندی کی خدمت ایک یادداشت یا عریضہ روانہ کر دیا۔ جب وہ عریضہ نیاز مندی تمام حالات

کے تحت حضرت مجدد کی خدمت میں پیش ہوا۔ مطالعہ کے بعد آپ نے قلمدان منگوایا اور جواب میں تحریر فرمایا جو اس طرح ہے۔

تمھارے خط کے مطالعے کے وقت خان خاناں بڑی قدر و منزلت والے نظر آئے۔ اس معاملے میں خاطر جمع رکھیں۔ جیسے یہ جواب موصول ہوا حضرت میر نعمان نے حضرت مجدد کا یہ مکتوب خان خاناں کے پاس بھیج دیا۔ خان خاناں نے اظہار فرمایا کہ بزرگان علوشان کی توجہ سے یہ بات عجیب و غریب تو نہیں ہے لیکن بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ بہت زیادہ بدگمان ہو چکا ہے اور حاسد زہر اگل رہے ہیں۔ اللہ کی شان مکتوب گرامی آنے کے دس بارہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ بادشاہ کا دل و دماغ خان خاناں سے صاف ہوگیا اور پھر سے اسے دکن و خاندیش کی گورنری کا شرف حاصل ہوگیا اور خلعت خاص سے نوازا بھی گیا۔ یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ خانخاناں تقریباً ۲۲ سال تک برہانپور میں فرائض منصبی انجام دیتا رہا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات عبدالرحیم خان خاناں کے نام:

مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی میں ہمیں کئی خطوط ملتے ہیں جن سے عبدالرحیم خان خاناں کی قربت اور مختلف معاملات میں اس کی رہنمائی کی گئی ہے۔ عبدالرحیم خان خاناں کی سپہ سالاری، گورنری، نوابی، علم وادب میں مقام، ارکان حکومت سے براہ راست وابستگی، فلاحی امور میں بیداری اور تعمیرات میں ان کا حصہ یہ سب اپنی جگہ ہیں مگر حضرت مجدد الف ثانی کی نگاہ میں عبد الرحیم خان خاناں کا بڑا مقام حاصل کرنا بڑی ہی سعادت مندی کی نشاندہی کی طرف واضح اشارہ ہے۔ مکتوبات کے متن ملاحظہ فرمائیں:

اظہار حق میں تلخی ہوتی ہے:

مکتوب نمبر ۶۷: میں حضرت مجدد الف ثانی خان خاناں سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں ظاہراً باطناً حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر قائم رکھے اور اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزار کا گمان رفع کرنے کا اظہار بلکہ آپ سے دوستی اور اخلاص کا ہونا اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی محتاجی کی طرف جو فضیلت اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت وشہود سے مزین ہے جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔

مخدوم گرامی، اظہار حق میں قدرے تلخی ضرور ہوتی ہے اگر چہ یہ تلخی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے بہت ہی بلند حوصلے والا سعادت مند ہونا چاہیے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے...... آگے بڑھے۔ حالات کا اختلاف امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ جماعت جو تمکین واطمینان کے مقام تک پہنچی ہے در اصل تلوین واختلاف اس کی طبیعت وسرشت میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن بے چارہ کبھی صفات جلالیہ کے غلبہ کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر صفات جمالیہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔

...... ہر موسم ووقت کے احکام وتقاضے جدا ہوتے ہیں۔ کل وہ تھا آج یہ ہے۔ حدیث میں ہے:

قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن ، یقبلها کیف یشاء .والسلام

(مومن کا دل خدائے رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اسے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے۔)

فقرا کے آداب کا خیال رہے:

مکتوب نمبر ۶۸: میں خان خاناں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ دولت مندوں کی تواضع اور انکساری زیب دیتی ہے اور فقراء کو بے نیازی۔

آپ کے تینوں خطوط سے بے نیازی ہی ٹپکتی تھی...... یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی خدمت بہت کی ہے لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تاکہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو...... ہاں حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کے متقی لوگ تکلّف سے بری ہیں لیکن متکبّروں کے ساتھ تکبّر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کو ایک شخص نے متکبّر کہا۔ آپ نے فرمایا میرا تکبّر خدا کے لیے ہے اس گروہ فقراء کو ذلیل و خوار خیال نہ کریں کیونکہ حدیث نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہے: رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ. بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود دروازوں سے دھکیلے جانے والے باطن میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں کہ اگر خدا پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

......آپ کے عزیز دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ سچائی اور حقیقت معاملہ کو سامنے رکھیں اور جو کچھ آپ تک پہنچائیں صحیح اور درست پہنچائیں اور جو مشورہ بھی آپ کو دیں اس میں آپ کی بھلائی کو مدنظر رکھیں، اپنی اغراض اور مصلحتوں کو سامنے نہ رکھیں کہ یہ سراسر خیانت ہے۔

......فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو۔

اس خط سے درس ملتا ہے وہ ہر پوری طرح واضح ہے۔ فقراء سے آشنائی اور ملاقات کے مقاصد بھی بیان کئے گئے ہیں۔

سید ابراہیم کی دستگیری فرمائیں:

مکتوب نمبر ٦٩: میں خان خاناں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

سیادت مآب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق ونسبت رکھتا ہے اور آپ کے دعا گوؤں میں شامل ہے۔ آپ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل وعیال میں فراغت وسکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے لیے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہیں۔ والسّلام

نوٹ: یہ بات ظاہر ہے کہ سید ابراہیم نامی جن کا ذکر اس مکتوب میں ہے۔ برھانپور میں ہی سکونت رکھتے تھے اور خان خاناں سے قدیمی تعلق اور آستانہ سے وابستگی بھی تھی لیکن اب یہ بہت مشکل تحقیق ہو گی کہ سید ابراہیم نامی کے تعلق سے مزید وضاحت کی جاسکے لیکن یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اس بندہ سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔

فقراء اور دولت مند:

مکتوب نمبر ۱۹۸: میں پھر خان خاناں کو مزید وضاحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لیے دولت مندوں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں تواضع اور حسن خلق اختیار کریں جو فرقاء کے لوازمات میں سے ہے تو کوتاہ اندیش لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی او رمحتاج ہیں اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جب کہ وہ بھی لوازمات فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اوپر قیاس کر کے اسے بدخلقی قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں فقیر اور درویش بھی متکبّر اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے۔

نوٹ: اس مکتوب سے فقراء اور دولت مندوں کے تعلقات اور بدظنی یا کوتاہ اندیشی او ربے نیازی کو جس پیرائے میں خان خاناں کو پیش کیا گیا ہے وہ بھی تعلیمات ربانی کا حصہ ہیں۔ یہ معاملہ ہر دور میں ہوتا ہے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دنیا کی زندگی:

آخر میں مکتوب نمبر ۲۳۲: کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو عبدالرحیم خان خاناں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا

ہے: انما الحیوٰ ۃ الدنیا لعب والھو و زینۃ و تفاخرٌ بینکم و تکاثرٌ فی الامـوال و الاولاد . دنیا کی زندگی کھیل کوداور زینت اور باہم فخر کرنااور مال اولاد میں زیادتی کرنا ہے۔
پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں تو جزو اعظم لعب ولہو ہی کم ہونے لگتا ہے۔اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جمع پر عمدہ اور اعلیٰ زیب وزینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتے ہیں اور دوسرا جزو جو زینت ہے زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب و نسب سے تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں اور جب جانیں کہ مال واولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں تو ان کے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو معیوب سمجھتے جانتے ہیں۔غرض

ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھو کیلا یضر کم شیٔ

جو کچھ رسول تمھارے پاس لایا اس کو پکڑلو اور جس سے اس نے منع کیا ہے ہٹ جاؤ تا کہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے۔

نوٹ: بہر حال مندرجہ مکتوبات جو عبد الرحیم خان خاناں کے نام لکھے گئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ سپہ سالارو دکن کا گورنر حضرت نعمان حضرت شیخ احمد سرھندی سے کتنا قربت تھا۔ دنیا کی زیب و زینت و عہدہ اور سلطنت کے امور سے متعلق اسے جو بھی مشورے

حاصل ہوتے رہے وہ اس پر عمل پیرا رہا۔ شریعت اور طریقت کی باریکیاں بھی سمجھائی گئیں اور دعائوں سے فیض یابی حاصل کرتا رہا۔

عبدالرحیم خان خاناں کا مقبرہ علاقہ حضرت نظام الدین میں ہے۔ ۱۶۲۶ء میں جہانگیر کے عہد میں اس کی وفات ہوئی اور عالیشان مقبرہ جو اس نے اپنی شریک حیات کے لیے تعمیر کروایا تھا اسی میں اس کی تدفین عمل میں آئی۔ یہ مقبرہ حضرت نظام الدین ریلوے اسٹیشن سے جب ہم اندرونی راستہ سے متھرا روڈ پر آتے ہیں اور مین شاہراہ کو عبور کرتے ہیں اس سے پہلے ہی یہ مقبرہ دیکھا جاسکتا ہے۔ سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں بھی لکھا ہے کہ یہ مقبرہ بارہ پلے اور ہمایوں کے مقبرے کے پاس واقع ہے اس کی وفات کی تاریخ ''خان سپہ سالار کو'' سے حاصل ہوتی ہے۔ اس مقبرہ کی خوبصورتی لاجواب تھی لیکن مغلوں کے آخری دور میں آصف الدولہ کے زمانے میں اس مقبرے کا سارا سنگ مرمر اور سنگ سرخ جو پچی کاری کا بہترین نمونہ تھا تمام پتھر اکھاڑ کر اسے اس کی اصل حالت سے محروم کردیا گیا اور مقبرہ ظاہری طور پر دیکھنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ دہلی اور اس کے قرب وجوار، وائی۔ ڈی۔ شرما جو محکمۂ آثار ہند کے اعلیٰ افسر تھے یعنی Delhi And Its Neighbourhood نامی کتاب جسے محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند دہلی نے ترتیب دیا تھا اور عمارتوں کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ خان خاناں مقبرہ کا سنگ سرخ اور سنگ مرمر اکھاڑ لیے گئے۔ وائی۔ ڈی۔ شرما جو محکمہ کے اعلیٰ افسر تھے کی کتاب بڑی معلوماتی ہے اور مقبرہ کی تعمیری خصوصیات کا بھی ذکر ہے۔

بہر حال دکن و خاندیش کا گورنر عبدالرحیم، جس کا خطاب خانخاناں تھا اکبر کے مشہور رتن بیرم خان کا فرزند تھا۔ بیرم خان کے قتل ۹۶۹ھ میں ہو جانے کے بعد

اکبر نے اسے اپنی شاہانہ نگہداشت میں رکھنے کے حکم دیا۔ عبد الرحیم خان خاناں کی پرورش جب کہ وہ پانچ سال کا ہی تھا شہزادوں کے ساتھ داخل حرم سرا کر دیا گیا۔ خان خاناں کو جہانگیر کی اتالیقی پر ۹۹۰ھ میں مقرر کیا گیا۔ خانخاناں بہادر فوجی وسپہ سالاری کا حامل تھا۔ جہانگیر کے عہد میں اس نے علم وعمل کی جو مثال پیش کی وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور ہندی میں بڑا ماہر تھا۔ اس کے ہندی کے دوہے بہت مشہور ہیں۔ سرزمین برہانپور کو یہ فخر حاصل ہوا کہ وہ یہاں دو دہائیوں سے زیادہ مقیم رہا اور عوامی وسرکاری خدمات انجام دیتا رہا۔ اس کی وفات دہلی میں ہوئی۔ مقبرہ نئی دہلی حضرت نظام الدین اسٹیشن سے قریب ہے اور آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے اور خانخاناں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔

☆ مقبرہ عبد الرحیم خانخاناں علاقہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی ☆

خانوادہ الحاج محمد اسمٰعیل فہمی

خانوادہ الحاج محمد اسمٰعیل فہمی کا تعلق برہانپور سے اس وقت قائم ہوا جب ۱۸۵۷ء کے بعد حضرت شیخ سبحانی جو ضلع اعظم گڑھ کے باشندے تھے نقل مکانی اختیار کی۔ انقلاب یا جنگ آزادی کی پہلی لڑائی ۱۸۵۷ء میں جو حالات پیدا ہوئے اور ملک میں عدم استحکام و ترقی کاروبار پر اثر پڑا تب ہندوؤں یا مسلمان خاندان، اتر پردیش کے مختلف اضلاع اور خصوصاً مشرقی اتر پردیش کے لوگوں اور خاندانوں نے ملک کے مختلف علاقوں اور شہروں کا رخ کیا اور ان کے قافلے جبل پور، سیونی، کامٹی، ناگ پور، برھانپور، مالیگاؤں، دھلیہ، بھیونڈی یعنی بھمڑی اور بمبئی میں آکر آباد ہونے لگے۔

شیخ سبحانی مبارک پوری:

یہ بات قابل ذکر ہے کہ محمد اسمٰعیل فہمی کے دادا جان شیخ سبحانی ولد شیخ احمد مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ کے باشندے تھے۔ اس زمانے میں نہ ٹرین تھی اور نہ ہی موٹر یا بس اور نہ ہی پکی گزرگاہیں اور شاہرائیں۔ پیدل سفر لوگ کیا کرتے تھے یا بیل گاڑی یا گھوڑا گاڑی سے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے جو راستہ یا سڑک تھی مشرقی اتر پردیش، ناگ پور ریاست سے جڑا ہوا تھا۔ حجاج کرام مشرقی اتر پردیش سے پیدل نکل کر جبل پور ہوتے ہوئے سیونی، کامٹی، ناگ پور، اورنگ آباد ہو کر بمبئی پہنچتے تھے اور برائے

عمرہ زیارت و حج سمندری سفر اختیار کرتے رہے اور واپس بھی اسی طرح ہوا کرتے تھے۔ سر سید احمد خان جن کا تعلق تعلیمی سرگرمیوں سے جڑا ہوا ہے۔ آپ نے مسلمانوں میں تعلیمی بیداری کا بڑا ہی لاثانی کردار ادا کیا۔ ۱۸۶۹ء میں جب ریل کا سفر شروع ہو چکا تھا، آپ الہ آباد سے بذریعہ ریل جبلپور پہنچے اور وہاں سے اعلی قسم کی بیل گاڑی حاصل کی اور کامٹی کے لیے روانہ ہوئے کیونکہ جبلپور، سیونی اور ناگ پور تک ریلوے لائن نہیں ڈالی گئی تھی اور آج بھی یہی صورت حال ہے۔ بذریعہ سڑک اسی راستے سے اگر آج بھی سفر کریں تو مسافت کم وقت میں طے ہو جاتی ہے۔ سر سید کامٹی سے ناگ پور پہنچے اور ناگپور جو بمبئی سے بذریعہ ریل جڑ چکا تھا بمبئی کے لیے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ اس پس منظر کے تحت یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چاہے حجاج کرام ہوں یا مہاجرین یا کسی بھی قسم کی تجارت کرنے والے افراد پیدل، بیل گاڑی یا گھوڑا گاڑی ان کے نقل و حمل کا ذریعہ تھی۔ دن میں سفر کرتے اور رات میں کسی محفوظ مقام پر مقیم ہو جاتے۔ چنانچہ الحاج محمد اسمٰعیل فہمی کا خانوادہ بھی اسی طرح برھانپور پہنچا اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس خاندان کو اس شہر کے تعلّق سے پوری معلومات حاصل تھیں۔ اسی لیے برھانپور بحسن و خوبی پہنچ گئے اور یہاں پر اہل خاندان نے سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ بھی کرلیا۔

شیخ سبحانی کی برھانپور آمد و سکونت:

خاندانی حالات و تفصیلات کے مطابق برھانپور میں آنے کے بعد مناسب وقت پر جناب شیخ سبحانی نے اس شہر سے متعلّق محلّہ خرادی بازار میں ایک قطعہ زمین

خرید لیا اور خود کا مکان بھی تعمیر کرا لیا گیا۔ چنانچہ شیخ سبحانی ولد شیخ احمد نے ہجرت مبارک پور سے کرنے کے بعد برھانپور میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور ۱۸۵۷ء کے بعد جب بھی وہ برھانپور آئے اس خانوادہ کا اس شہر سے مستقل رشتہ قائم ہو گیا اور آج ۲۰۰۰ء کا زمانہ ہے اس خانوادے نے اس شہر کے لیے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کیا۔ علم و ادب کا معاملہ ہو یا اس شہر سے انصاری یا مومن برادری کی شناخت، یا شعر و شاعری یا اردو زبان و ادب کی خدمت یا تاریخی حقائق پر معلوماتی کتاب جو فارسی زبان میں ہے حالات و تقاضہ کے تحت اس کا اردو زبان میں ترجمہ پیش کرنا اور پھر اسے طباعت کے مراحل سے گزارنا، یہ سب اس خاندان کی نہ صرف تاریخ کو دین ہے بلکہ برھانپور کا نام بھی روشن کرنے والی مثالیں ہیں۔

وفات شیخ سبحانی ۱۹۰۸ء:

بہر حال شیخ سبحانی ابن شیخ احمد نے مبارک پور سے آ کر برھانپور میں اپنے اھل و عیال کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور آپ کا زمانہ حیات اسی شہر میں ۱۹۰۸ء تک قائم رہا۔ آپ نے یہیں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ آپ کے فرزند متبنیٰ کا نام گرامی عبدالرحمٰن تھا۔ آبائی و خاندانی پیشہ روزگار پارچہ بافی تھا اور برھانپور بھی اس کا خاص مرکز بہت زمانے سے رہا ہے۔ پارچہ بافی میں برھانپور کا خاص مقام رہا ہے۔

مغل عہد میں سرکاری کارخانے:

بڑے عمدہ قسم کے کپڑے برھانپور کے سرکاری کارخانوں میں بنائے یا بنے جاتے تھے۔ ان سرکاری کارخانوں میں بڑے ہی باہنر کاریگروں کے ہاتھوں بنائی کا

کام انجام پذیر ہوتا تھا۔ عبدالرحیم خان خاناں کے دور میں جب وہ دکن کا سپہ سالار او رصوبہ دار تھا۔ تھانہ نزد بھمڑی سے بھی پارچہ بافوں کی جماعت نقل مکانی کر کے برھانپور آ کر اس کام سے منسلک ہوگئی۔ شاہ جہاں، جہان آرا بیگم اور اورنگ زیب کے بھی کارخانے اسی برھانپور میں قائم تھے۔ اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس شہر کا بہت پہلے سے پارچہ بافی بھی بڑا مقام رہا ہے اور تاریخ کا حصہ ہے۔ اسی طرح اورنگ زیب کے امراء میں سے ایک بختاور خان کے بھی کئی کارخانے برھانپور میں قائم تھے۔ سفید اور رنگ برنگی، قیمتی کپڑے برھانپور میں تیار ہوتے تھے۔ ابو الفضل نے بھی اس بات کو واضح طور پر لکھا ہے کہ خاندیش میں مختلف ملکوں کے لوگ آباد ہیں اور یہاں کا خاص تجارتی درجہ اس صنعت میں زبردست ہے۔

پاورلوم اور برہانپور:

ظاہر ہے صدیوں سے اس صنعت و تجارت میں برھانپور اپنا نمایاں مقام رکھتا تھا اور یہ سلسلہ انگریزی دور حکومت میں بھی پھلتا پھولتا رہا۔ اس کے بعد مشینی دور کا آغاز ہوا اور پاورلوم کا دور شروع ہوا۔ ہاتھ کرگھے اور کارخانوں کی جگہ مشینوں اور پاورلوم نے لے لی۔ برہانپور اس میں بھی پیچھے نہیں رہا اور آج بھی ہزاروں پاورلوم کے کارخانے اس شہر کی زندگی، چہل پہل اور تجارت کا حصہ ہیں۔ کپڑے تیار ہوتے ہیں اور بڑے پیمانے پر افراد اس صنعت و تجارت اور روزی روٹی سے جڑے ہوئے ہیں۔ آج برھانپور میں ہزاروں پاورلوم پر کپڑے تیار ہوتے ہیں۔

عبدالرحمٰن ابن شیخ سبحانی:

اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ شیخ سبحانی کے ایک ہی فرزند عبدالرحمٰن تھے۔اوروہ بھی پارچہ بافی کے پیشے سے منسلک ہوگئے۔ آپ اردولکھناپڑھنا جانتے تھے۔ دین اور اس کے احکامات بھی بخوبی جانتے تھے۔نماز روزوں کے پابند بھی تھے، مذہبی جذبہ اوراسلام کی عظمت سے محمد اسمٰعیل فہمی کا خانوادہ شروع سے ہی دلدادہ رہا ہے۔ عبد الرحمٰن بھی اسی کے روح رواں تھے۔ اللہ نے انھیں بھی سعادت حج سے سرفراز کیا۔ ۱۹۴۲ء میں سرزمین برھانپور سے حجاج کرام کا جو قافلہ بمبئی کے لیے روانہ ہوااور وہاں سے بحری سفر کرتے ہوئے جدہ کی بندرگاہ پہنچا ان کی تعداد ۴۸ تھی۔ عبد الرحمٰن صاحب بھی حج عمرہ وزیارت سے مشرف ہوئے۔ حج کے بعد واپسی کے سفر میں ابھی چند دنوں کا وقفہ تھا کہ مختصر علالت کا شکار ہوکر وہیں مکہ مکرمہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت المعلی کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اللہ نے اس خاندان کی عظمت کو اور چارچاند لگادیئے۔ عبدرحمٰن عبد حقیقی سے اس حالت میں جاملے جو بڑے ہی بانصیب اور سعادت مندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے قافلہ والے جو برھانپور سے آپ کے ہمسفر تھے انہوں نے اپنے عرفاتی بھائی کی تجہیز وتدفین میں حصہ لیااور کاندھادے کر جنت المعلی مین تدفین کے عمل میں شرکت فرمائی۔ اللہ ان کی قبرکونور سے معمور رکھے اوران کے حج کا سلسلہ جوواپسی پر ختم ہونے والا تھا رب ذوالجلال ہر سال ان کے حج کے عمل کواسی طرح جاری وساری رکھے۔ آمین!

محمد اسمٰعیل فہمی:

محمد اسمٰعیل فہمی ۱۹۰۴ء تا ۱۹۷۳ء

حاجی حرمین عبدالرحمٰن صاحب تو اپنے والد محترم کے اکیلے فرزند تھے مگر اللہ نے انھیں کئی فرزندگان سے نوازا تھا۔ انھیں اولادوں میں ایک کا نام محمد اسمٰعیل فہمی تھا۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۸ سال کی عمر میں یعنی ۱۳-۱۹۱۲ء میں ناظرہ قرآن حکیم مکمّل کر لیا جیسا کہ رواج رہا ہے اردو پرائمری کی تعلیم جو عام طور پر چار سالہ کورس کی ہوتی ہے آپ اس سے فارغ ہوئے اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خیر الاسلام برھانپور میں فارسی کی تعلیم کے لیے داخل ہوئے اور فارسی زبان پر مکمّل دسترس و عبور حاصل بھی کیا۔ پورے ہندوستان میں عام طور پر مسلمان عربی و فارسی کی تعلیم ابتدائی درجہ سے آخر درجہ تک حاصل کرتے تھے اور اس قدر قابل ہو جایا کرتے تھے کہ ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے والوں کا مقابلہ کر سکتے تھے اور اپنی قابلیت کا لوہا منواتے تھے۔ محمد اسمٰعیل فہمی بھی انھیں قابل اور مانے ہوئے فارسی دانوں سے شمار ہوئے جس کا ثبوت ان اردو میں ترجمہ کی گئی کتاب مآثر رحیمی ہے۔ مآثر رحیمی تو عبدالرحیم خان خاناں کی دکن کی صوبہ داری میں برھانپور میں عبدالباقی نہاوندی نے مکمّل کی مگر اسی کتاب کا ترجمہ جو اردو میں ہوا اور شائع بھی ہو چکا ہے۔ یہ محمد اسمٰعیل فہمی

کا کارنامہ عظیم ہے۔ آپ حالیہ دور کے عبدالباقی نہاوندی ثابت ہوئے۔

فہمی صاحب کے اساتذہ کرام میں منشی جی داود صاحب اور مولانا غلام احمد صاحب افغانی فارغ دیو بند کا نام قابل ذکر ہے۔ اپنے اس شاگرد پر تمام اساتذہ کرام کو بڑا ناز بھی تھا کہ اللہ نے انھیں خداداد ذہانت سے نوازا ہے۔ فارسی کی تعلیم کے بعد آپ کا مطالعہ کتب، غور و فکر اور تحقیقی نقطہ نظر برابر قائم رہا۔ آپ برھانپور کے لیے جو کچھ بھی ہوسکتا تھا عملی طور پر کیا اور اس میں اللہ نے بڑی کامیابی بھی عطا فرمائی۔

درس وتدریس:

فہمی صاحب نے اپنی ملازمت یا درس وتدریس سے اپنی وابستگی کا دور اس وقت شروع کیا جب گوگاؤں ضلع کھرگون میں ۱۹۲۴ء میں ایک مدرسہ قائم ہوا جہاں قابل اور مخلص اساتذہ کی ضرورت تھی چنانچہ برھانپور سے ریاضی صاحب اور فہمی صاحب کا اسی ادارہ سے منسلک ہوگئے۔ مگر فہمی صاحب زیادہ عرصہ تک اپنی خدمات انجام نہ دے سکے کیونکہ ان کے چھوٹے بھائی محمد جابر صاحب کا برھانپور میں وصال ہوگیا اور بذریعہ ٹیلی گرام انھیں اس کی اطلاع دی گئی۔ بھائی کی میت میں شرکت کے لیے برھانپور لوٹ آئے اور پھر ان کا رجحان بطور استاد فرائض منصبی سے دور ہوگیا کیونکہ ظاہر ہے بھائی کا صدمہ اور اسے بھلانا ان کے لیے آسان نہیں تھا۔ چنانچہ برھانپور میں ہی رہ کر ذاتی کاروبار پر توجہ دینا مناسب سمجھا اور گوگاؤں سے دوری اختیار کرلی۔ یہاں برھانپور میں رہتے ہوئے ان طلباء کی رہنمائی کرتے رہے جوان

کے پاس فارسی کے تعلق سے آتے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان طلباء میں ایک نام محمد افضل برق کا ہے اور دوسرا نام ڈاکٹر شیخ فرید کا ہے۔ ڈاکٹر شیخ فرید نے فارسی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی Ph.D کی ڈگریاں حاصل کیں اور ناگ پور کے ڈاکٹر سید رفیع الدین کی نگرانی میں غالباً فارسی کے فروغ میں برھانپور کا حصہ ان کا تحقیقی مقالہ تھا اور ناگ پور یونیورسٹی سے ہی انھیں فارسی میں Ph.D کی ڈگری حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر شیخ فرید ممالک متوسط یعنی سینٹرل پروانس کی ایجوکیشنل سروس میں مقرر ہوئے اور کالج ہیں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور جب مدھیہ پردیش کی تشکیل عمل میں آئی تب جبلپور کے رابرٹسن کالج Robertson میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے او رپھر سبکدوش ہوئے۔ آپ انجمن اسلام بمبئی نزد وی۔ ٹی اسٹیشن بطور ڈائریکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مقرر ہوئے۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ ڈاکٹر فرید صاحب سے میری ملاقات بمبئی میں اسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ہوئی تھی جب میں وہاں کی لائبریری میں حاضر ہوا۔ مجھے اس وقت نوائے ادب بمبئی کے شماروں کی ضرورت تھی۔ بہر حال فہمی صاحب کا علمی وادبی معیار اور فارسی زبان پر عبور کتنا زبردست تھا کہ جناب شیخ فرید برھانپوری جو بعد میں ڈاکٹر ہوئے فہمی صاحب کی علمی وادبی کاوشوں اور توجہ سے ہی آگے بڑھتے گئے اور کامیابیاں ملتی گئیں اور نہ صرف فہمی صاحب کا نام اور درجہ بلند ہوا بلکہ برھانپور شہر کا نام روشن ہوا اور ڈاکٹر شیخ فرید صاحب کو ان کی کاوشوں کا پورا پورا ثمرہ بھی ملا۔ فہمی صاحب کے ساتھ ساتھ جناب حشمت اللہ ریاضی صاحب بھی فرید صاحب کی رہنمائی کا حق ادا کرتے رہے۔

جدوجہد آزادی میں فہمی صاحب کا کردار و تعاون:

۱۸۵۷ء میں مغلوں کا آخری تاجدار بہادر شاہ گرفتار ہو گیا۔ جن لوگوں نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی یعنی آزادیٔ ہند کے لیے اپنا کردار ادا کیا انھیں بھی قید میں ڈال دیا گیا۔ وقتی طور پر تو اس کے اثرات مرتب ہوئے اور محبان وطن" باغیوں" میں شمار ہوئے مگر وقت کے ساتھ ساتھ ملک کی آزادی اور اپنے مطالبات کے لیے ہندوستانی کس طرح خاموش رہ سکتے تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس یعنی INC کا وجود عمل میں آیا اور یہ جماعت یعنی کانگریس ۱۸۸۵ء میں پہلے اجلاس کی صورت میں عوام کے سامنے حاضر ہوئی۔ اس کا خاص مقصد یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو جن مسائل و مصائب کا سامنا تھا اسے حکومت وقت کے سامنے پیش کیا جائے اور اپنے مطالبات تسلیم کروائے جائیں۔ ہر سال اسی قسم کے مسائل و مطالبات حکومت ہند کے سامنے پیش کئے جاتے رہے اور پھر جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ تحریر و تقریر کے علاوہ عملی طور پر بھی کچھ کرنے کی ضرورت ہے تب تحریکوں کا دور پورے ہندوستان میں پھیلتا گیا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء کے بعد یہ تحریک آزادی اور تیزی سے بڑھتی گئی۔ برھانپور کے مسلمان بھی کانگریس پارٹی کا حصہ رہے ہیں اور فہمی صاحب بھی ان کانگریسیوں میں شمار ہوتے تھے جن کا بڑا دبدبہ، رسوخ اور عوامی تعاون حاصل تھا۔ فہمی صاحب بہت ہی اچھے مقرر تھے اور شاعر بھی۔ جلسوں میں پر اثر انداز میں تقریر کرتے کیونکہ حب الوطنی کا جذبہ آپ میں کارفرما تھا۔ سیاسی حالات کے تحت نظمیں بھی لکھتے رہے اور عوام کے دل و دماغ کو ملک کے مفاد میں ڈھالتے بھی رہے۔

چنانچہ فہمی صاحب پوری طرح کانگریس سے وابستہ رہے۔ آپ نے اپنے قلم سے آزادی کا جذبہ بیدار کیا اور لوگوں کو آزادی کے لیے محرک کا کردار نبھاتے رہے۔ خود بھی جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہوئے اور ملک میں جاری تحریکوں میں پیش پیش رہتے۔ آخر ہندوستانیوں کی مشترکہ جدوجہد سے ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا۔ محمد اسمٰعیل فہمی نے اپنے تاثرات اور دلی جذبات کھل کر عوام کے سامنے پیش کیے اور مل جل کر تعمیر وطن کی بات کہی۔ نیرنگ دانش یعنی مجموعۂ کلام فہمی میں ایک نظم درج ذیل عنوان سے ملتی ہے۔

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء

کیجیے مل جل کے تعمیر وطن

صبح نو لائی مسرت کی کرن — جگمگا اٹھی دلوں کی انجمن

مطمئن ہیں سبز پوشان چمن — مختصر یہ ہے کہ جنت ہے وطن

جس طرف دیکھو خلوص باہمی

جس جگہ بیٹھو خوشی کی زندگی

ذرہ ذرہ ہے چمن کا نغمہ بار — غنچے غنچے سے برستی ہے بہار

پتے پتے پر جوانی کا نکھار — پھول کے پیالوں پہ میخانے نثار

جھومتی ہے ڈالی ڈالی آج مست

یعنی آئی ہند میں پندرہ اگست

پھر دلوں میں ہے مسرت کا گذر — مٹ گیا عہد غلامی کا اثر

کیف سا چھایا ہوا ہے روح پر　　　پھر بہار آئی باندازِ دگر

ہر طرف فیضان قدرت عام ہے

نالۂ بلبل میں یہ پیغام ہے

جذبۂ نفرت مآل اچھا نہیں　　　دل کے آئینے میں بال اچھا نہیں

فرقہ وارانہ خیال اچھا نہیں　　　دیکھئے ماضی کو حال اچھا نہیں

امن ہے پیغام تقدیر وطن

کیجیے مل جل کے تعمیر وطن

اب نہیں دنیا وہ دنیا بھول جا　　　وہ غلامی کا زمانہ بھول جا

غیر کی باتوں میں آنا بھول جا　　　ہے محبت کے سوا کیا بھول جا

بات گاندھی کی ہمیشہ یاد رکھ

ہر جگہ اک امن کی بنیاد رکھ

مخلص رہنما:

محمد اسمٰعیل فہمی نہ صرف سیاسی تحریکوں سے منسلک رہے بلکہ فلاحی امور، تعلیمی بیداری وترقی، تجارتی اور صنعتی طور پر برہانپور کو ہر طریقہ سے رواں دواں دیکھنا چاہتے تھے۔ ان سب مصروفیات اور قابل قدر توجہ کے ساتھ علمی وادبی سرگرمیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔

آل انڈیا مشاعرہ کھنڈوہ میں شرکت:

(ا) ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مشاعرہ جو کھنڈوہ میں منعقد ہوا اس میں فہمی بھی شریک

ہوئے۔ آپ نے ۱۱۳ اشعار پر مشتمل جو غزل سامعین کے سامنے اپنے انداز میں پڑھی وہ حاصل مشاعرہ ثابت ہوئی اور جج صاحبان کا اتفاق رائے سے نقری تمغہ بطور انعامی اعزاز فہمی کو پیش کیا گیا۔ نہ صرف کھنڈوہ مشاعرہ میں آپ نے شرکت فرمائی بلکہ دیگر کئی مشاعروں میں آپ کی شرکت برابر ہوتی رہی۔ عوام اور علم وادب کے شیدائی آپ کے کلام کو بے حد پسند کرتے۔

عوامی نمائندگی:

(۲) فہمی میونسپل کمیٹی برھانپور کے ۱۵ سال تک ممبر رہے اور یہ ان کے لیے بڑے فخر کی بات رہی کہ آپ کا انتخاب چن کر آنے والے ممبران کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی ہردلعزیزی اور عوامی مقبولیت کی سند تھی۔ آپ وہاں عوامی مفاد کے لیے اپنا کردار نبھاتے رہے۔

(۳) آپ عوامی مفاد اور فلاح کے لیے اپنی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ ذاتی مفاد ان کی زندگی کا حصہ نہیں تھا۔ یہ ان کی زندگی، کردار اور شخصیت کا جوہر خاص تھا۔ اسی لیے ہمیشہ عوام انھیں اپنا سمجھتے تھے اور دل وجان سے ان کی قدر کرتے تھے۔

(۴) مومن۔ انصار برادری کا ملک کی تاریخ میں ایک خاص مقام ہے۔ ملک کی مختلف ریاستوں میں اس برادری کی بڑی تعداد رہتی ہے۔ اس برادری کی ہر سطح پر بیداری، ترقی اور علمی و تعلیمی میدان میں رہنمائی کے لیے اقدام ہوتے رہے ہیں اور تحریکیں بھی چلائی جاتی رہی ہیں۔ مولانا عاصم بہاری بھی اپنے دور میں اس مومن۔ انصاری برادری کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا صدر دفتر کانپور میں تھا۔ مولانا عاصم بہاری ملک کے مختلف شہروں میں جا کر اس برادری کو پیغام عمل کی بات

کہتے۔ ناگ پور کامٹی اور برھانپور بھی آ کر انہوں نے بڑا کلیدی رول ادا کیا۔ ناگ پور، کامٹی اور برھانپور ۱۹۴۱ء میں ممالک متحدہ یعنی سینٹرل پروانس کا ہی حصہ تھا۔ ۱۹۴۱ء میں انہوں نے ان شہروں کو دورہ کیا تھا اور برھانپوران کی آمد پر فہی کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے۔ وہ بھی خوش آمدید کہنے والوں میں شامل تھے اور اپنے دل کی ترجمانی عروج انصار نظم میں اس طرح کرتے ہیں:

عروج انصار

تنظیم کی خبریں آتی ہیں اب ہند کی بستی بستی سے

انصار ابھرتے جاتے ہیں اس دور میں قومی پستی سے

روشن ہے ہمارا مستقبل ہے پاس ترقی کی منزل

ماضی کا گلہ ہے لاحاصل نکلے ہیں ابھی ہم پستی سے

محتاج رہے، پامال رہے، انصار پریشاں حال رہے

برباد یہ صدہا سال رہے اغیار کی چیرہ دستی سے

دنیا کی بقا کا ضامن ہے اک روح وجود مومن ہے

آجائے قیامت مومن ہے نکلے جو یہ بزم ہستی سے

تم شاد، زمانہ شاد رہا، کب درد کسی کا یاد رہا

انصار کا حق برباد رہا تقسیم کی چیرہ دستی سے

اشراف کبھی جانا ہی نہیں حقدار انہیں مانا ہی نہیں

انصار کو پہچانا ہی نہیں دنیا نے وفورِ مستی سے

فہمی وہ ہوا اب آئے گی تعمیر نسب گر جائے گی
معراج ترقی پائے گی جو قوم اٹھے گی پستی سے

کوآپریٹیو سوسائٹی کا قیام:

(۵) ۱۹۴۹ء میں برھانپور میں آپ کی محنت اور توجہ سے امداد باہمی کے لیے کوآپریٹیو سوسائٹی قائم ہوئی۔ مدھیہ پردیش کے چیف منسٹر ڈاکٹر کاٹجو جس وقت برھانپور آئے آپ نے انھیں کوآپریٹیو سوسائٹی کی اہمیت سے آگاہ کیا اور یہ اہم بات انھوں نے اپنی تقریر میں اس جلسہ میں کہی جس میں ڈاکٹر کاٹجو بذات خود موجود تھے۔ چنانچہ اس سوسائٹی کا قیام عمل میں آگیا اور اس سوسائٹی کے ممبران نے انھیں اس کا صدر منتخب بھی کرلیا۔ اس سوسائٹی نے بہت ہی اہم کام انجام دیئے۔ فہمی صاحب ۱۹۶۵ء تک اس میں فعال رہے مگر ذاتی طبی وجوہات یعنی علالت کے سبب اس سوسائٹی سے سبکدوش ہو گئے۔

ہائی اسکول کا قیام:

(۶) برھانپور میں ایک ہائی اسکول کے قیام کے لیے آپ نے بہت بڑا کام کیا۔ آپ نے شہر کے مختلف محلّوں سے مالی تعاون حاصل کیا اور مخیّر حضرات بھی اس میں آگے آتے گئے۔ اس طرح اسکول اور طلباء کے مفاد میں وہ کامیاب ہوئے۔ آج یہ اسکول تعلیمی میدان میں فعال ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی ۱۹۶۶ء:

آپ جس طرح زندگی کے مختلف ادوار سے گزرے، خانگی امور کے علاوہ سماجی، تعلیمی، سیاسی اور قومی وملی کاموں میں پیش پیش رہے۔ بطور شاعر مختلف مشاعروں میں اپنا کلام خود سامعین کے سامنے پیش کرتے۔ علم وادب سے آپ کی گہری وابستگی تادم آخر قائم رہی۔ آپ ایک مسلمان ہونے کے ناطے اس بات سے کب پیچھے رہتے کہ نھیں فریضہ حج بھی ادا کرنا ہے۔ اللہ نے انھیں اس کا اہل بنایا اور ۱۹۶۶ء میں برھانپور سے ممبئی روانہ ہوئے اور بحری جہاز اسلامی سے عمرہ حج وزیارت کے لیے جدہ روانہ ہوئے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ عمرہ اور پھر حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد نبوی ومرقد نبوی میں نماز و درود وسلام بحضور اکرمؐ پیش کرتے رہے اور دونوں شہروں میں مختلف مقامات تاریخی واسلامی کی زیارت کا موقع بھی نصیب ہوا۔ تکمیل عمرہ وحج کے بعد پھر بحری سفر کرتے ہوئے بمبئی اور وہاں سے برھانپور بطور حاجی لوٹ آئے۔ چونکہ فہمی شاعر تھے۔ انہوں نے روانگی کی جو منظر کشی کی ہے ان کے اشعار میں موجود ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تمام کیفیات یعنی اسلامی جہاز کی روانگی کے وقت جو کچھ بھی انہوں نے دیکھا اشعار میں ڈھل گیا۔ بحری جہاز سے عازمین حج بڑی تعداد میں روانہ ہوا کرتے تھے ان تمام باتوں پر بھی ان کی نظم زائرین حرم کی روانگی کے نام سے ہماری شاعری وادب کا حصہ بن گئی۔

سوئے مغرب ہوا جہاز رواں

بیس ذی قعدہ روز یک شنبہ دو بجے تھے مطابق تحریر

عازمانِ حجاز جمع ہوئے | ہوگیا حاجیوں کا جم غفیر
ساحل بمبئی کے دامن پر | تھے ہزاروں جواں و پیر
تھا کنارے سے دور اک انبوہ | اور ساحل پر ایک جم غفیر
نقل اسباب تہلکہ سامان | آمد و رفت و شور دارو گیر
منتظر تھا جہاز اسلامی | نام سے جس کے ہے عیاں توقیر
اپنی اپنی نشست پر آئے | حاجیان کرام با توقیر
جب مکمل ہوا نظام سفر | تو مناسب نہ تھا کہ ہو تاخیر
اہم مسکاں سے ناخدا نے کہا | کہ بجاؤ روانگی کی نفیر
اور ساحل کے ذمہ داروں نے | میل آہن سے کھول دی زنجیر
وہ اٹھایا جہاز نے لنگر | وہ اٹھا شور نعرۂ تکبیر
سوئے مغرب ہوا جہاز رواں | رہنما ہے شعاع مہر منیر
بحر مواج کا مہیب سماں | عظمت کبریا کی ہے تصویر

یوں سفینہ ہے سطح دریا پر
جیسے ٹوٹا ہوا کوئی شہتیر

تصنیف وتالیف:

فہمی صاحب کا پہلا مجموعۂ کلام ۱۹۴۶ء میں ریاض دانش، عزیزی پریس آگرہ سے طبع ہوا۔

نیرنگ دانش دوسرا مجموعہ کلام ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔
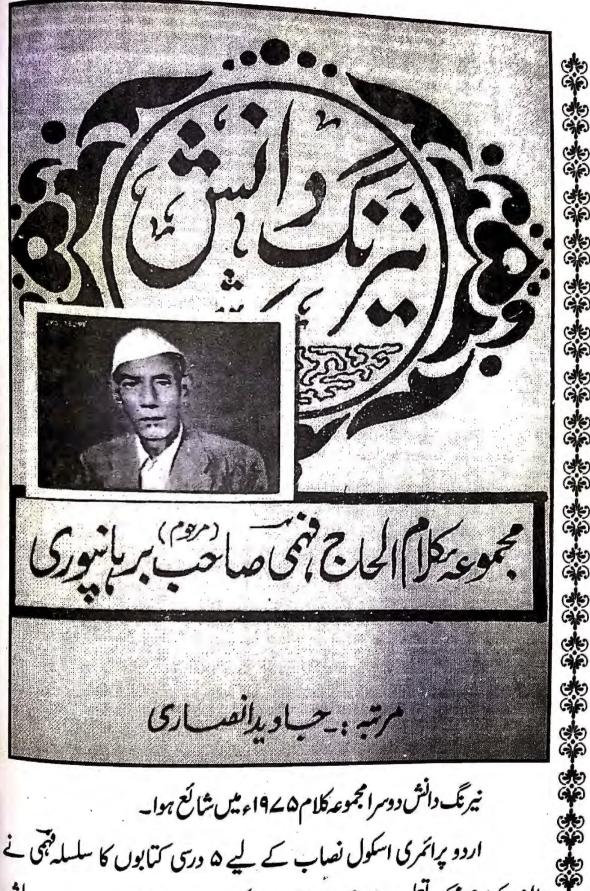
اردو پرائمری اسکول نصاب کے لیے ۵ درسی کتابوں کا سلسلہ فہمی نے تالیف کیا جسے محکمہ تعلیم نے منظوری کے بعد اسکولوں میں نافذ کیا۔ یہ مدھیہ پردیش کے تمام اسکولوں میں رو بعمل ہوا۔

ماثر رحیمی کا اردو ترجمہ:

فہمی صاحب کا زبردست اور نہایت اہم کام مآثر رحیمی جو فارسی زبان میں ہے آپ نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ ملا عبدالباقی نہاوندی عبدالرحیم خان خاناں صوبہ دار دکن کے منظور نظر تھے۔ آپ کی تصنیف دنیائے تاریخ میں مآثر رحیمی کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت عبدالرحیم خان خاناں کے دربار یا اس سے جو علماء، حکماء، اسکالر اور امراء وابستہ تھے ان کے حالات اور واقعات اس کتاب میں موجود ہیں اس طرح یہ تاریخی تصنیف بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے۔

مآثر رحیمی، پہلے ایک مقدمہ، چار فصلوں یا ابواب اور خاتمہ کے تحت اس کتاب کا حصہ ہیں۔ اصل نسخہ قلمی فارسی زبان میں ہے۔

عبدالباقی نہاوندی نے مقدمہ میں اپنے محسن خاص مرزا عبدالرحیم خان خاناں کے خاندانی حالات، حسب ونسب اور آبا واجداد کے تفصیلی حالات بڑے تاریخی و تحقیقی انداز میں پیش کئے ہیں۔

فصل اول میں: بیرم خان والد محترم عبدالرحیم خان خاناں کی زندگی کے حالات اور قابل قدر کارناموں پر روشنی ڈالی ہے جس سے بیرم خان کی زندگی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے اور ان کا اس دور میں کیا مقام تھا سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔

فصل دوم میں: اپنے ممدوح عبدالرحیم خان خاناں کے تمام حالات، خدمات، ملکی اور سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا ہے اور ان کی جو بھی خدمات عالیہ اور سرکاری وابستگی اور خدمات رہیں پرزور طریقے پر رقمطراز ہیں۔

فصل سوم میں: خان خاناں کے تعمیری وفلاحی کاموں کی تفصیل جو عوام سے متعلق ہیں ان تمام کا ذکر ملتا ہے۔اس کے یادگار تعمیری کاموں کے زمرے میں مساجد، مدارس، سرائے ،حمام، محکمہ آب رسانی سے متعلق کارگزاری ودیگر عمارات خاص کی تفصیل درج ہے۔

فصل چہارم: میں خان خاناں کے خاندان یعنی اولادوں اور اجداد کا ذکر ہے۔خاتمہ کے تحت پھر خان خاناں کے دربار سے جن ادیبوں، شاعروں، علماء کرام اور دیگر اہل کمال حضرات وابستہ رہے ان کا ذکر ملتا ہے۔

بہر حال مآثر رحیمی میں ان تاریخی حالات، حکمرانوں کا دور اور ان سے وابستہ حقائق عبدالرحیم خان خاناں یعنی دور جہانگیری میں اس وقت کون کون سے علماء، شعراء، امراء اور دیگر با کمال حضرات موجود تھے ان سب کا جائزہ مآثر رحیمی میں ملتا ہے۔تعمیرات اور عوامی مفاد میں جو کام ہوئے اس کی بھی تفصیل ملتی ہے۔

اردو ترجمہ مآثر رحیمی کی اہمیت:

محمد اسمٰعیل فہمی کا اردو ترجمہ مآثر رحیمی تقریباً ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں حضرت مولانا اطہر مبارک پوری کی تقریظ شامل ہے۔اور تقدیم کے تحت جناب جمیل اصغر برھانپور کے تاثرات بھی ہیں۔ اس کی اشاعت باہتمام مومن جماعت برھانپور ہوئی۔اس کی اشاعت کا ذمہ اشاعت اسلام دیوبند نے حاصل کیا اور ۲۰۱۳ء میں یہ کتاب منظر عام پر آگئی۔

قاضی اطہر مبارکپوری:

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے تقریظ کے تحت مآثر رحیمی کے اردو

ترجمہ کے متعلق بڑے ہی زریں خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''تاریخ و تذکرہ کے فن کو مسلمانوں نے بڑی ترقی دی، اس بارے میں ان کو امتیاز و افتخار حاصل ہے۔

تاریخ کی طرح مآثر (جمع اثر) کا لفظ ہر قسم کے آثار، یادگار، واقعات کا جامع ہے اور بہت سے مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے تاریخ کے بجائے مآثر کے نام سے کتابیں لکھی ہیں مثلاً صدر الدّین نظامی نیشاپوری کی تاج المآثر، مرزا کامگار کی مآثر جہانگیری، صمصام الدولہ شاہ نواز خان کی مآثر الامرا اور میر باقی نہاوندی کی مآثر رحیمی۔

مآثر رحیمی مرزا عبد الرحیم خان خاناں پسر بیرم خان کے ذاتی حالات، ملکی و سیاسی خدمات علم نوازی ارباب دانش و ہنر اور تیموری سلاطین کے واقعات پر نہایت جامع اور معتبر کتاب ہے۔

میر عبد الباقی ۱۰۲۳ھ میں یہیں آکر مرزا عبد الرحیم کے مقربین میں شامل ہوئے۔ ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے مآثر رحیمی کی تصنیف کی ابتدا بھی یہیں کی اور ۱۰۲۶ھ میں اس کو مکمّل کیا۔

اکبر بادشاہ نے مرزا عبد الرحیم کو جونپور میں جاگیر عطا کی تھی۔ مغل دور سلطنت میں سرکار جون پور میں موجودہ ضلع اعظم گڑھ کا علاقہ بھی شامل تھا جس میں مشہور علمی و صنعتی قصبہ مبارک پور بھی

شامل ہے۔ یہی منشی محمد اسمٰعیل صاحب فہمی برہانپور مرحوم کا آبائی وطن ہے ۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ داروگیر میں ان کے دادا شیخ سبحانی بن شیخ احمد نے مبارک پوری قافلہ کے ساتھ ترک وطن کر کے برہانپور میں اقامت اختیار کی، جہاں منشی محمد اسمٰعیل ابن شیخ عبدالرحمٰن ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں کے مدرسہ خیر الاسلام میں مولانا محمد داؤد برہان پوری، مولانا غلام احمد افغانی وغیرہ سے تعلیم پائی اور استاذ الشعراء مولانا علیم اللہ خیالی مبارک پوری ثم برہانپور سے وابستہ رہ کر شعروشاعری میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ ریاض دانش اور نیرنگ دانش ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا سب سے عظیم کارنامہ مآثر رحیمی جیسی اہم وضخیم کتاب کا ترجمہ ہے جس کو مرحوم نے حضرت مولانا حافظ محمد فیض اللہ صاحب مرحوم مبارک پوری ثم برہانپوری کے نام سے معنون کیا ہے ۔ افسوس کہ وہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت سے پہلے ہی مئی میں ۱۹۷۳ء میں انتقال کر گئے۔

کسی زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بڑا مشکل کام ہے یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو دونوں زبانوں پر عبور رکھتا ہو، مآثر رحیمی کے اس ترجمہ میں یہی بات نظر آتی ہے۔"

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے اپنی تقریظ میں مندرجہ بالا

خیالات کا کھل کر اظہار فرمایا جو ۰ افروری ۱۹۹۴ء میں قلمبند ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ محمد اسمٰعیل صاحب فہمی اور قاضی صاحب مآثر رحیمی کا اردو ترجمہ منظر عام پر آیا دیکھنے سے قصر رہے کیونکہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ء میں قاضی صاحب نے بھی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کر لیا۔ اللہ ان تمام لوگوں کی مغفرت فرمائے جو خانوادۂ فہمی سے متعلّق رہے اور ان کی علمی و ادبی و سماجی اور دیگر کاموں کو داد تحسین پیش کرتے رہے۔

جمیل اصغر برھانپوری:

جناب جمیل اصغر برہانپوری نے تقدم کے تحت بہت سی اہم باتوں کا احاطہ کیا ہے چونکہ آپ کا تعلّق اور وطن برھانپور ہی ہے اس لیے یہاں کی حقیقت اور واقعات کا انھیں بخوبی علم بھی ہے اور ان کا مطالعہ بھی گہرا ہے اور سب سے بڑی بات یہ بھی ہے کہ آپ صاحب اسناد بھی ہیں۔

عبد الباقی نہاوندی کے متعلّق آپ نے جو بھی تحریر کیا ہے وہ قابل ذکر ہے۔
مآثر رحیمی جو عبد الباقی نہاوندی کی تصنیف ہے بیان کرتے ہیں کہ:

> "مصنّف کا وطن مالوف نہاوند کا قصبہ جولک ہے۔ اس کا جد اعلیٰ ایران کا مشہور و معروف نامور سردار افراسیاب ہے جو تاریخ ایران کا نمایاں کردار ہے۔ افراسیاب کی سرداری، سپہ سالاری او ر بہادری بہ شکل میراث مصنّف کے والد آقا بابا اور برادر اکبر آقا خضر تک پہنچتی ہے جو ایران کے شاہ اسمٰعیل صفوی اور شاہ حسین صفوی کے دور حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز ہوئے۔ اور آقا

خضر بیس سال تک شاہ حسین صفوی کے زمانۂ حکومت میں باوقار عہدۂ وزارت پر متمکّن رہا...... آقا خضر کے انتقال کے بعد لوگوں کی کانا پھوسی نے شاہ حسین کو بدگمان کیا۔ (عبدالباقی) شاہ حسین کی بے توجہی سے ملول خاطر ہوکر ملازمت شاہی کو خیر باد کہا۔ عبدالباقی نہاوندی ملازمت شاہی کوالوداع کہہ کر عازم سفر ہوا۔ حج و زیارت کے فرائض ادا کر کے ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۳ھ کو بزم خانخانی دارالسروز برہانپور وارد ہوا۔ مآثر رحیمی ایک اہم کتاب ہے جس کوایک مقدمہ اور چار فصل اور خاتمہ کتاب پر تقسیم کیا ہے۔ مصنّف کو اپنے تصنیفی مقام و مسکن برہانپور میں حاصل و میسر تھا۔

حضرت اسماعیل فہمی نے مآثر رحیمی کا اردو ترجمہ کر برہانپور کے تمام اہل علم واہل قلم صاحبان کی طرف سے قرض کفایہ ادا کیا ہے۔
جمیل اصغر یعنی مقدم کے راقم الحروف کے مطابق انہوں نے باقی نہاوندی کا طباعتی نسخہ مآثر رحیمی اور مترجم کی ترجمہ جلدیں بنظر غائر مطالعہ کی ہیں...... مترجم کسی ایک مقام پر بھی مجبور و بے بس نہیں دکھائی دیا۔ مصنّف کے ہر لفظ وعبارت کا وہی ترجمہ کیا ہے جو مصنّف کے مافی الضمیر کو پوری طرح ادا کرتا ہے...... مترجم کا کمال فن نقطۂ عروج پر ہے۔''

مآثر رحیمی کے اردو ترجمہ کی جھلکیاں وروانی:

محمد اسمٰعیل فہمی نے مآثر رحیمی کا جو اردو ترجمہ کیا ہے وہ بڑا ہی سلیس، رواں دواں، حالات کا عکاس تمام تر خصوصیات وخوبیوں کو سمیٹے ہوئے ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے عبدالباقی نے جو انداز بیان اختیار کیا ہے اردو ترجمہ جو فہمی صاحب کی دین ہے ایسا معلوم ہوتا ہے عبدالباقی فارسی میں متن ادا کر رہے ہیں اور فہمی صاحب اسے اردو داں حضرات کے سامنے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں چونکہ یہ تاریخ برھانپور میں لکھی گئی اس لیے فہمی صاحب کی اردو ترجمانی سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ان کی محفل میں برہانپور ہی میں موجود ہیں۔ اس کی چند مثالیں جن کا تعلق علاقہ برھانپور واطراف خاندیش سے ہے پیش کرتے ہیں۔ اکبر کے تیسوال سال الٰہی یعنی ۹۸۴ھ مطابق ۲۳ دین سن الٰہی کے تحت ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"چونکہ راجہ علی خان آسیر گڑھ اور برہانپور کے حاکم نے بندگی کے لوازمات پورے نہیں کئے تھے، بادشاہ کی رائے عالی اس کی تنبیہ و تادیب کے لیے منعطف ہوئی۔ بعض بڑے بڑے امرا مثلاً شہاب الدین محمد خان وقطب الدین احمد خاں وشجاعت خان وشاہ فخر الدین خاں شاہ بداغ خاں وتو لک خاں وغیرہ کو جو زمینداران مالوہ، آسیر گڑھ اور برہانپور کی مملکت کے لیے مقرر فرمایا اور اس جماعت کی سرداری کا افتخار شہاب الدین خاں کو بخشا۔"

امرائے عالی جاہ کا آسیر گڑھ اور برہانپور پہنچنا:

جس وقت لشکر کے آمد کی خبر راجہ علی خاں حاکم برہانپور و آسیر گڈھ کو ملی تو وہ خاموشی اختیار کر کے قلعہ میں بیٹھ رہا۔ امرا نے اس علاقہ میں داخل ہو کر...... بیجانگر تک اپنی باگ نہیں موڑی۔ مملکت آسیر میں زبردست تفرقہ پھیل گیا۔ راجہ علی خاں اس وقت عاجزی اور انکساری سے پیش آیا اور امراء مذکور کو اپنے گناہوں کا وسیلہ بنا کر ہر قسم کی لائق پیش کش اپنے معتمد لوگوں کے ساتھ درگاہ بادشاہ عالی جاہ میں بھیجے گا......
حاصل کلام یہ کہ جو فتور برہانپور اور آسیر میں ظاہر ہوا تھا وہ فرو ہو گیا۔

۱۰۰۱ھ کے واقعات میں جو بھی فارسی میں عبدالباقی نے قلمبند کئے اور جو روانی و سلاست فارسی میں پائی جاتی ہے اسے فہمی صاحب نے اردو میں اسی سلاست و روانی سے پیش کیا ہے۔ اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

> ''خانخاناں نے اس سال کی برسات آگرہ میں گذاری اور حسب ضرورت خزانے سے روپیہ اٹھایا اور مالوہ میں جہاں مرزا شاہ رخ کی جاگیر تھی آ کر اوجین میں مرزا سے ملا۔ مالوہ سے صوبہ خاندیش کے صوبہ میں آ گرہ، آسیر کا قلعہ جس کی تسخیر میں بڑے بڑے کشور کشاں عاجز تھے راجہ علی خاں کو صلح کر کے خیر خواہوں کے زمرہ میں شامل کیا اور خاندیش کے صوبہ کو ممالک محروسہ میں شامل کیا اور وہاں کا سکہ و خطبہ خلیفہ الٰہی کے نام سے جاری کیا اور راجہ علی خاں کی عرضی نذرانے کے ساتھ درگاہ عالی میں بھیجی اور سفارش کی کہ راجہ علی خاں کو پنج ہزاری امرا میں شامل کیا جائے اور خاندیش

کا صوبہ اس کی جاگیر میں برقرار رکھا جائے تاکہ راجہ علی خاں خیر خواہ بن جائے اور دکن کے معاملے میں ہمراہ رہے۔"

۱۰۰۲ھ کے واقعات میں درج ہے کہ:

"اس زمانے میں ملک الشعرا شیخ فیضی جو نامہ بر کی حیثیت سے راجہ علی خاں و برہان الملک دکنی کے پاس گیا تھا واپس آکر الطاف و عنایات خسروانہ سے سرفراز ہوا۔

......القصہ حضرت خلیفہ الٰہی نے اپنی باون سال سلطنت کی مدت میں ہندوستان کا پورا ملک بنگال سے لے کر سندھ تک اور قندھار تک و زمین داور سے دریائے شور تک تمام سرکشوں، راجاؤں و دایاؤں اور زمینداروں کو جو ہندوستان میں تھے اور گجرات و سندھ و دکن و کشمیر و بنگال و مالوہ وغیرہ کو اپنا فرمانبردار و مطیع کیا۔

تمام دکن کا علاقہ جو نظام شاہی سلسلے میں تھا ممالک محروسہ میں داخل ہوا چونکہ دکن و برار و خاندیش کی فتوحات کی تفصیل خانخاناں کے حالات میں درج ہونگی اس لیے اب قلم روک لیتا ہوں اور اپنے مقام پر آتا ہوں۔

منوہر بچپن سے حضرت بادشاہ کے زیر سایہ پرورش پا رہا تھا یہ لڑکا نہایت عالی طبیعت اور جواں ہمت تھا۔ فارسی اشعار بہت اچھے کہتا تھا۔ حضرت خلیفہ الٰہی کی زیر تربیت مشہور خوش فہم خوش

طبیعت ہو گیا تھا اور وہ اپنا تخلص توسنی رکھتا تھا۔

"راقم (یعنی عبد الباقی) نے ۱۰۲۴ء میں برہانپور خاندیش میں رائے منوہر سے ملاقات کی تھی یہ سچ ہے کہ وہ نہایت ہی خوش فہم و عالی طبع تھا اس نے کئی مرتبہ خلیفہ الٰہی کے سلسلے میں اپنی قرابت کی نسبت کا اظہار کیا تھا۔ بڑے بڑے راجپوتوں سے اس کی رشتہ داری تھی۔ ۱۰۲۵ھ میں طبعی موت سے برہانپور میں گذر گیا۔"
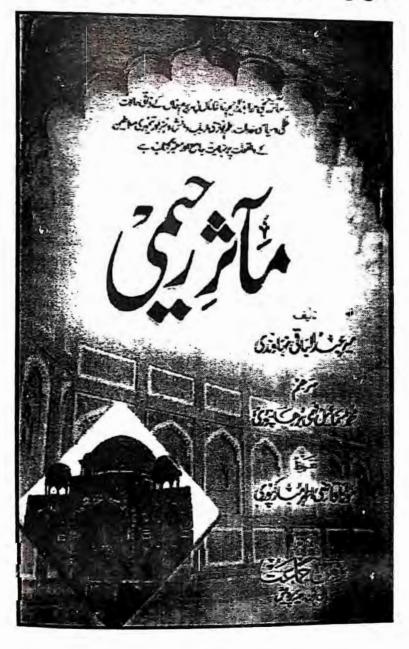
فہمی کی وفات پر قبلہ استاد ریاضی، ڈاکٹر ممتاز احمد خوشتر کھنڈوی، الحاج اختر مالیگانوی، اختر راشدی برہانپوری، ارمان صابر برہانپوری اور حبیب احمد عقیل برہانپوری، اعظم راشدی برہانپوری وغیرہ نے اپنے رنج وغم کا اظہار قطعات اور منظوم خراج عقیدت کی شکل میں پیش کیا۔ یہاں پر تعزیتی نظم حبیب احمد عقیل برہانپوری کی قابل توجہ ہے جس میں فہمی کی بھرپور خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اقلیم نظم ونثر کا سلطان چلا گیا

صد حیف اک عظیم سخن داں چلا گیا   سونی ہیں محفلیں کہ غزل خواں چلا گیا

مردم شناس، اہل سیاست، ادب نواز   ارباب فہم جس پہ تھے نازاں چلا گیا

وہ تاج دار ملک ادب خسرو غزل   اقلیم نظم ونثر کا سلطاں چلا گیا

غم میں ہیں جس کے اہل قلم سوگوار آج   وہ محفل ادب کا نگہباں چلا گیا

ہر چند جس پہ حسن تغزل نثار تھا   جس پر عروس نظم تھی قرباں چلا گیا

جس سے جہان شعر وسخن میں تھی روشنی   کس ابر میں وہ مہر درخشاں چلا گیا

فہمی غزل کی بزم سے کیا اٹھ گئے عقیل

افسانۂ غزل کا اک عنواں چلا گیا

محمد جاوید انصاری کی علمی ، ادبی و تاریخی خدمات

محمد اسماعیل فہمی کے چھوٹے بھائی محمد جاوید انصاری کا نام بھی برہانپور سے وابستہ ہے۔ آپ بڑے ہی علم دوست اور اہل علم کے قدرداں تھے۔ آپ نے بطور شاعر اپنا نمایاں مقام حاصل کیا۔ سلک گہر میں شعرا کے حالات زندگی اور ان کے کلام کے متعلق آپ نے جو کتاب لکھی اور شائع ہوئی برہانپور ۔ خاندیش پر نہایت ہی معلوماتی اور اپنی نوعیت کی دستاویزی کتاب ہے۔ آپ کی یہ کتاب شعرا پر تحقیقی کام کرنے والے اور ریسرچ اسکالرس کے بڑی ہی بنیادی معلومات کا ذریعہ ہے۔ اس سلک گہر میں جاوید انصاری نے شعرا کے حالات قلم بند کئے ہیں اور نمونۂ کلام بھی موجود ہے۔

محمد جاوید انصاری

جہاں تک جاوید انصاری کی نثر نگاری کا تعلق ہے آپ کا عظیم الشان نثری کارنامہ شاہکار فاروقیہ ہے جس میں جامع مسجد برہانپور کے متعلق بڑی تفصیل کے

ساتھ ہر ایک پہلو پر نظر ڈالی گئی ہے اور مستند تاریخ اور واقعات بیان کئے گئے ہیں۔
بقول ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی سابق ایڈیٹر نوائے ادب ممبئی
جاوید صاحب کئی خوبیوں کے مالک ہیں وہ شاعر ہیں۔ تذکرہ نگار ہیں۔ اللہ نے انھیں تاریخی گتھیوں کی گرہ کشائی کے لیے تحقیق کے ناخن بھی عطا کئے ہیں۔ کتب تاریخ کے مطالعے میں درک رکھتے ہیں۔ موصوف کی سب سے بڑی خوبی ان کا جنون ہے۔ نشاط کار انھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ تلاش و تحقیق کے سلسلے میں وہ ہر قسم کی صعوبت برداشت کر لیتے ہیں۔ ان کا تذکرہ سلک گہر اگرچہ مختصر تالیف ہے لیکن اہم ہے یہ نقش اول ہے...... تاریخ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ برہانپور کی تاریخ سے ہر موقع محل سے اطلاعات بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ موصوف میں تحقیق کی صلاحیت موجود ہے۔
جناب شبیر احمد راہی بھیمڑی جو اس وقت مہاراشٹر اردو اکادمی ممبئی کے رکن تھے انہوں نے بھی شاہکار فاروقیہ کے تحت اپنے خیالات پیش کئے ہیں جو اس کتاب کا حصہ ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہم ہے عرض حال کے تحت جاوید انصاری نے برہانپور کی جامع مسجد کے متعلق بڑا ہی تاریخی انداز بیان اختیار کیا ہے۔ برہانپور کی جامع مسجد قدیم صوبہ خاندیش کے فرمانروا عادل شاہ فاروقی کی یادگار ہے۔ یہ عمارت نہ صرف جنوبی ہند بلکہ تمام ہندوستان میں اپنی مثال آپ ہے۔ چھت کی محرابی ساخت میناروں کی بلندی، پیمائش کا تناسب، دیواروں پر باریک نقش و نگار اور نفیس گل تراشی کو دیکھ کر فن تعمیر کے ماہر اور کاریگر آج بھی قدیم تعمیرات کے اس نادر نمونے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ جاوید انصاری نے اس مسجد کے تعلق سے جو کچھ بھی لکھا ہے

اور جن لوگوں نے اس مسجد کو دیکھا ہے اور طرز تعمیر و خوبیوں کو جانتے ہیں اس بات کی گواہی دیں گے کہ مسجد کے تعلق سے جو حقائق جاوید انصاری نے بیان کئے ہیں واقعی طرز تعمیر کی سچی کہانی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ جاوید انصاری کو تاریخ سے قلبی لگاؤ تھا اور تاریخی واقعات و تعمیرات کو کس طرح بیان کیا جائے ان کا انداز تحریر ہمارے سامنے ہے کہ تاریخی عمارتوں اور ان کی خوبیوں کو کس طرح بیان کیا جائے۔ آپ نے شاہکار فاروقیہ کی جامع مسجد برہانپور کے متعلق بڑی تفصیل سے بحث کی ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ برہانپور کی دیگر تاریخی مساجد جیسے کالی مسجد تعمیر ۸۰۲ھ، شاہ باجن کی مسجد، بی بی کی مسجد تعمیر ۹۳۶ھ، جامع مسجد، متولیان و ائمہ کرام کا ذکر یعنی حضرت میر نعمان، حضرت خواجہ ہاشم کشمی، حضرت خواجہ میر قاسم، مولانا ابو اللیث کشمیری، حافظ محمد ایوب کشمیری، مولوی شیخ رحیم الدین میر غلام محی الدین، حافظ میر شجاع الدین، مولوی میر عوض، میر عبدالقادر، حافظ سید محمد میر، پیارے صاحب، سید باقر علی، حافظ سید کرم اللہ، حافظ سید اکرام اللہ، مولوی فخر الدین، مولوی حضرت انعام اللہ، مولانا سید احکام اللہ، تولیت و امامت کا ذکر سید احکام اللہ، مولوی سید شمس التوحید نیز نماز پنجگانہ و تراویح سے متعلق حفاظ وغیرہ کا بھی ذکر موجود ہے۔ ۸۰ صفحات کی یہ کتاب بڑی ہی لا جواب و قابل مطالعہ ہے۔ یہ مستند تاریخ کا حصہ ہے۔

جاوید انصاری چونکہ خود بھی ایک شاعر تھے آپ نے جامع مسجد کی نثری تحریر کے علاوہ ایک نظم مرصع ۱۳۹۰ھ میں بھی تحریر فرمائی جو شاہکار فاروقیہ نامی کتاب کے آخر میں درج ہے۔ اس کے اشعار بڑے رواں دواں ہیں اور حالات کے عکاس بھی۔

نظم مرصع

۱۳۹۰ھ

بابت جامع مسجد برہانپور

یہ مریم کبریہ، یہ جامع مسجد برہان پور　　یادگار شاہ عادل ، زینت دارالسرور
خوبی صنعت میں شہرت ہے نزدیک و دور　　اسکے آگے پست ہے ایوان گردوں کا غرور

فخر دہلی کو ہے اگر اپنی تعمیرات پر
ارضِ برہان پور بھی نازاں ہے اس کی ذات پر

ہند کے تاریخ داں لکھتے ہیں اس کو بیمثال　　جدت تعمیر میں یکتا یہ ہے بے قیل وقال
صفحہ ہستی پہ یہ ہے لاریب نقش لازوال　　کیوں نہ ہو بانی تھا اس کا صاحب جاہ وجلال

وارث فاروق اعظم خسرو عالی نسب
سرنگوں تھی جس کے آگے سطوتِ جم با ادب

کچھ کلام اس میں نہیں تقدیس کعبہ کی قسم　　اس کا ہے ہر ایک در باب گلستانِ ارم
اور یہ منبر نہیں کچھ زینۂ جنت سے کم　　جس پہ ہوتے ہیں کھڑے آکر خطیب محترم

کیا ہوا گر آج ہے یہ یورش اغیار میں
جذب ہے اعلان حق اس کے در و دیوار میں

کیوں نہ حاصل ہو شرف اس کو شکوہِ تاج پر　　مقبرہ انسان کا ہے وہ یہ خدا کا خاص گھر
اس میں سناٹا اداسی اور عبرت کا اثر　　گونجتے رہتے ہیں نام حق سے اسکے بام و در

مرمریں گنبد ہے اس کا مرتفع تو کیا
فرش اس کا سجدہ گاہِ خالقِ ارض و سما

جب موذن لحن داودی میں دیتا ہے اذاں — جھومتی ہے وجد میں آ کر فضائے لامکاں
سنتے ہی آوازِ تکبیر خدائے دو جہاں — جمع ہر جانب سے ہوتا ہے ہجوم بندگاں

با وضو ہو کر صفیں باندھے بصد عجز و نیاز
اہل ایماں کرتے ہیں مل کر ادا فرض نماز

سقف محرابی میں ہے اس کی عجب وصف جدید — پیش کر سکتا نہیں ہندوستاں جس کی نظیر
اور یہ مینار دونوں ہم سر چرخ اثر — ہیں کلس ان طلائی ثانی مہر منیر

ہیں کھڑے صدیوں سے یہ اہل عبادت کی طرح
شاہد وحدت ہیں انگشت شہادت کی طرح

گل تراشی ہے ہر اک محراب کی رشک چمن — پھول کی ہر پنکھڑی میں ہے عجب اک بانکپن
ہے گل خورشید اس میں شاہ کار اہل فن — جس پہ ہیں قربان گلاب و یاسمین و نسترن

خوبی قدرت کرے ظاہر نہیں تاب زباں
دربطہ حیرت میں گم ہے عقل انسانی یہاں

اس کے کتبے ہیں فن تحریر میں وہ یادگار — خوش نویسان جہاں کا حسن خط جن پر نثار
مہر توشئہ کاتبان وقت کا ہے شاہکار — ہے بجا کہیئے اگر انتخاب روز گار

دائروں کی دلکشی ہے مظہر شان خدا
پرچم اعلان حق ہے ہر الف اللہ کا

دیکھتا ہے جو بھی آکر یہ عمارت بے مثال دل میں اٹھتا ہے سن تعمیر کا اس کے سوال

عظمت رفتہ کا آجاتا ہے ناظر کو خیال ہے مناسب اسکے بارے میں کروں کچھ عرض حال

کر گئے تحریر ماضی میں جو ارباب قلم

مختصر الفاظ میں تاریخ کرتا ہوں رقم

ہے بنا کا سال لفظ خوش نما سے آشکار یک ہزار دو سن تکمیل مسجد کا شمار

۹۹۷

ہے سن تعمیر حجروں کا ہزار و بست و چار خیر جاری ہے بنائے نہر کی آئینہ دار

۱۰۲۴

صدر دروازہ ہے بارہ سو بیاسی کی بنا

فرش سنگین تیرہ سو باون میں ہے جوڑا گیا

دور ماضی میں جو گذریں ہیں ائمہ و خطیب ان میں اکثر صاحب تصنیف تھے یکتا ادیب

ہند میں تھی ان کے علم و فضل کو شہرت نصیب ان کے زہد و علم کے چرچے رہے دور و قریب

پیکر اخلاص تھے وہ اور مقبول جہاں

چند اسمائے گرامی پیش کرتا ہوں یہاں

ساکن کشمیر ابواللیث اور ایوب اہل دیں بعد ان کے تھے رحیم الدین امام مومنیں

تھے محی الدین صاحب حامئ دین متین ان میں تھے حافظ محمد میر فخر اویس

پیارے صاب مسجد جامع کے تھے ایک مہتمم

سید باقر علی تھے بعد ان کے منتظم

میر نعمان خواجہ ہاشم قاسم عالی اعتبار میر عوض اور عبد قادر عابد شب زندہ دار

تھے شجاع الدین اکرام اللہ صاحب ذی وقار مولوی اکرام و انعام اللہ صاحب حق شعار

سید اکرام اللہ صاحب اور ان کے جانشیں
تھے جناب شمس توحید اہل تقویٰ اہل دیں

ہیں خلف توحید صاحب کے جو موجودہ امام — سید اکرام اللہ صاحب بھی ہیں مقبول انام
مستند قاری ہیں وہ اور حافظ عالی مقام — ہے دعا سب کی خدا بخشے انہیں عمر دوام

یا الٰہی کر انھیں تو عزت و شہرت نصیب
خادم ملت کو ہو ہمدردی ملت نصیب

رہے آخر میں دعا تجھ سے مری رب کریم — خادماں مسجد جامع کو دے اجر عظیم
ان کو خدمت کے صلے میں کر عطا خلد نعیم — تا ابد وہ سایہ رحمت میں ہوں تیرے مقیم

روح عادل شاہ کو فردوس میں تو شاد رکھ
مسجد شاہی کو روز حشر تک آباد رکھ
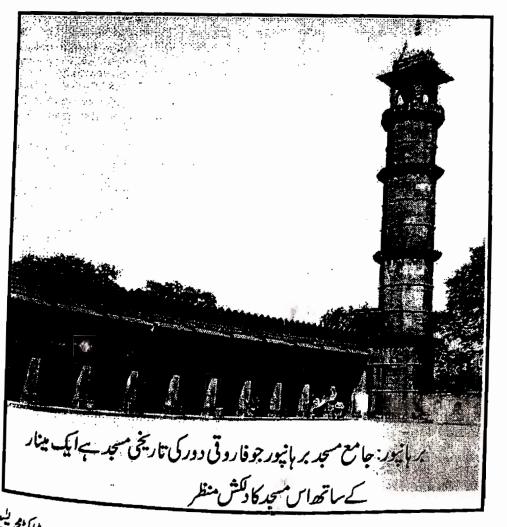
برہانپور: جامع مسجد برہانپور جو فاروقی دور کی تاریخی مسجد ہے ایک مینار کے ساتھ اس مسجد کا دلکش منظر

برہانپور کے اولیائے کرام کا جائزہ

نصیر خان فاروقی حکمران خاندیش جس کا دور حکومت ۱۳۹۹ء سے ۱۴۳۷ء تک رہا، حضرت شیخ زین الدین داؤد شیرازیؒ کا مرید تھا اور اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق جو شیخ برہان الدینؒ سے بیعت تھے۔ شہر برہانپور تاپتی ندی کے کنارے بسانے کی ہدایت فرمائی جب کہ دوسرے کنارے پر زین آباد، آباد کرنے کی بات رکھی۔ نصیر خان فاروقی کے لیے یہ بہت ہی اچھا موقع تھا اور سعادت سے سرفرازی کا فرمان شیرازی بھی۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جس وقت حضرت شیخ برہان الدینؒ اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے ملاقات کرنے کے بعد دہلی سے جانب دولت آباد یعنی دیوگیر کے لیے روانہ ہوئے تب ان کا گزر تاپتی ندی کے پاس سے ہوا اور وہیں ایک مقام پر اذان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کا موقعہ بھی ملا اور انہوں نے یہ دعا بھی فرمائی کہ اس ندی کے پاس ایک شہر آباد بھی ہو جائے۔ حالانکہ وہاں ایک معمولی درجہ والا گاؤں دسانہ موجود تھا۔ چنانچہ چشتی سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ برہان الدین کی آمد اس علاقہ سے وابستہ ہوگئی اور نصیر خان فاروقی نے برہانپور کو بسایا اور آباد کر دیا اور اسے اپنا دارالحکومت بھی بنا دیا۔ حضرت شیخ برہان الدینؒ نے ۷۳۸ھ میں رحلت فرمائی اور خلد آباد میں تدفین عمل میں آئی۔ خلد آباد میں آپ کا روضۂ مبارک ۷۴۴ھ میں محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔

کسی وقت ایک مسافر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں دو چیزوں

کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ایک دین حاصل کرنے کے لیے کیونکہ آپ مذہبی پیشوا ہیں دوسرے دنیا حاصل ہو جائے کیونکہ سلاطین و امراء آپ کے معتقد ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک خدا تم کو دونوں چیزیں بہم پہنچائیگا۔ بس خدا کو حاصل کرلو ساری چیزیں خود بخود حاصل ہو جائینگی۔

ویسے بھی خاندیش اولیاء کرام اور بزرگان دین کی تعلیمات اور عوامی فیض یابی کا مرکز رہا ہے۔ خاندیش کے مختلف علاقوں میں اللہ والوں کا قیام رہا جیسے شاہ موسیٰ قادری قصبہ سلطانپور خاندیش کے صاحب ولایت بزرگ تھے۔ آپ کا مزار سلطانپور میں ہے۔

شاہ نعمان چشتیؒ ابن خواجہ شمس الدین:

آپ کا مسکن قلعہ اسیر کے قریب تھا۔ ۸۸۱ھ میں رحلت فرمائی اور اسیر کے قلعہ کے پاس ہی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے فرزند شاہ نظام الدین نے اپنے والد محترم سے فیوضات و دولت خلافت حاصل کی۔ آپ کا مزار اقدس قلعہ اسیر کے پاس والد ماجد کے مزار سے متّصل ہے۔ آپ کی وفات ۸۸۳ھ میں ہوئی۔ حضرت شاہ بہاؤالدین باجن چشتی خلف حاجی معز الدین۔ مختلف مقامات پر حاضری دینے کے بعد برہانپور میں سکونت پذیر ہوئے۔ دور فاروقی تھا حاکم شہر نے آپ کے لیے مسجد و خانقاہ کی تعمیر کروادی۔ ۱۴ ذی قعدہ ۹۱۲ھ میں وصال ہوا اور برہانپور میں آپ کا مزار ہے۔ حضرت شاہ بھکاری بھی برہانپور کے اولیاء کرام میں شامل ہیں۔ شاہ باجن کی صلاح سے ہی آپ نے برہانپور کو سکونت کے لیے اختیار کیا۔ عادل خان فاروقی یعنی

میران عینا آپ کے مریدین میں شامل ہوا۔ عادل خان فاروقی نے اوتاولی ندی کے کنارے آپ کی خانقاہ تعمیر کروادی۔ ۱۲ ربیع الاول ۹۲۷ھ میں آپ نے پردہ فرمایا اور برکنارِ اوتاولی ندی برھانپور آپ کا مزار ہے۔

شیخ جلال الدینؒ:

حضرت شیخ جلال الدینؒ قادری دہلی سے گجرات آئے پھر حضرت شیخ بہاؤ الدین انصاری سمنانی مندوی (مانڈوی) نے بیعت اور خلافت قادریہ سے نوازا۔ دولت آباد بھی ہمراہ مرشد تشریف لائے۔ ملک عرب بھی پہنچے اور برہانپور آکر سکونت اختیار کی اور مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کرتے رہے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۳۵ھ میں وفات پائی اور برہانپور میں ہی آپ کا مزار ہے۔

حضرت شاہ جلال ابن شاہ نظام الدین کا تعلق بھی برہانپور سے وابستہ ہے۔ آپ حضرت شیخ احمد چشتی برہانپوری سے بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل ہوئی۔ آپ عوام کے علاوہ سلسلہ کے لوگوں کو فیض باطنی سے بھی نوازتے رہے۔ غرہ ربیع الثانی ۹۵۱ھ میں رحلت فرمائی اور برہانپور میں مدفون ہوئے۔ حضرت شیخ ابراہیم کلہوار سندھی بھی برہانپور کے اولیاء کرام میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ۹۵۶ھ میں وصال ہوا اور برہانپور میں آپ کا مزار ہے۔

شاہ منصور مجذوب ملک جلال وزیر عینا عادل خان والی خاندیش کے فرزند تھے۔ حضرت شاہ بھکاری سے فیض یافتہ ہوئے۔ عوام اور امراء آپ کے پاس آتے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے۔ ۲۶ ربیع الثانی ۹۵۸ھ میں وصال ہوا اور تھالنیر میں

آپ کا مزار مبارک ہے۔

شاہ نعمت اللہ ابن اسحق محفوظ ابن شاہ نعمان چشتی آسیری کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے شاہ فضل اللہ نائب رسول اللہ جو جون پور سے قلعہ اسیر آئے اور سکون پذیر ہوئے تب حضرت شاہ نعمت اللہ نے ان کی خاطر مدارت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض سے سرفرازی حاصل کی اور خلافت بھی پائی کی۔ غالباً ۹۵۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار قلعہ آسیر گڑھ کے نیچے موجود ہے۔

شیخ احمد چشتی ابن شیخ حاجی متوطن مانڈو، سلسلہ نسب حضرت بابا فرید گنج شکر تک پہنچتا ہے۔ میران مبارک خان فاروقی والی خاندیش آپ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ کے لیے مسجد و خانقاہ بنوادی۔ آپ کی سکونت برہانپور میں تھی۔ ۱۳/ رمضان ۹۶۵ھ میں آپ نے وصال کیا اور برہانپور میں ہی آپ کا مدفن ہے۔

شیخ مبارک سندھیؒ:

آپ کا تعلق گجرات سے تھا۔ احمد آباد سے برہانپور آکر سکونت پذیر ہوئے۔ مسجد ناصر الملک میں درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ چوپڑہ خاندیش میں منصب قضا پر مقرر ہوئے اور تفال خان والی برار کے اصرار پر ایلچپور (اچل پور برار) میں شاہی مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد میں برہان پور آگئے۔ حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ شطاری سے بیعت ہوئے خلافت بھی حاصل کی۔ آپ نے ۹۷۸ھ میں برہانپور میں رحلت فرمائی اور شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے مزار کے قریب ہی آپ کا مزار ہے۔

حضرت سید ابراہیم بھکریؒ:

بھکر سندھ سے تعلق تھا۔ قادریہ سلسلہ کے بزرگ، بیعت وخلافت حضرت مخدوم شاہ ابراہیم ملتانی قادری سے حاصل کی۔ آپ برہانپور میں آکر مقیم ہوئے اور آپ کی خانقاہ میں بڑی تعداد میں لوگ حاضر ہو کر فیض یابی حاصل کرتے۔ ۹۹۰ھ میں رحلت فرمائی اور برہانپور میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور یہ گنبد دولت میدان سے قریب ہے۔

سید احمد شطاریؒ:

آپ کا مدفن، ملھیر علاقہ سٹانہ میں ہے۔ حاجی حمید ظہور شطاری سے فیض یافتہ ہوئے اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ آپ سے خاندیش میں سلسلہ شطاریہ کو بڑی تقویت ملی۔ آپ کا مزار اور اس پر گنبد بنا ہوا ہے اور یہ جگہ بڑی شاداب وروح پرور بھی ہے۔ ۱۵ رمضان ۹۸۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ولی محمد شطاریؒ:

آپ کا تعلق گجرات احمد آباد سے تھا بعد میں برہانپور میں سکونت پذیر ہوئے اور ۹۸۷ھ میں راہی خلد بریں ہوئے۔

شاہ عبدالحکیم:

آپ کے والد محترم شاہ بہاؤالدین باجن برہانپوری تھے۔ والد محترم سے ہی بیعت وخلافت حاصل کی۔ حضرت شیخ علی متقی بھی آپ کی خدمت میں فیض حاصل

کرتے رہے۔ ۲۷ رمضان ۹۹۲ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت شاہ باجن کے مزار سے متصل مدفون ہوئے۔

شیخ ودوداللہ شطاریؒ:

خاندیش کے علاقہ جل گاؤں جامود میں حضرت شیخ ودوداللہ شطاری کا مزار ہے۔ آپ نے سید محمد غوث گوالیاری سے فیض، بیعت، خرقہ وخلافت شطاریہ حاصل کیا۔ ۹۷۲ھ میں جامود میں آکر مقیم ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک مقیم رہے۔ ۹۹۳ھ میں وہیں وفات پائی اور تدفین عمل میں آئی۔ آپ نے لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

شاہ لشکر محمد عارف باللہؒ:

شطاری سلسلہ سے وابستگی رہی۔ حضرت سید محمد غوث گوالیاری سے فیض و خلافت شطاریہ حاصل کی۔ قادری اور چشتی سلسلہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ بھی آپ کے خلفاء میں شامل تھے۔ آپ نے یکم شوال ۹۹۳ھ میں سفر آخرت اختیار کیا اور برہانپور کی شہر پناہ کے باہر آپ کا مزار مبارک ہے۔ مزید یہ بھی تفصیل ملتی ہے کہ محلّہ راستی پورہ میں بی بی راستی سے کچھ ہی فاصلہ پر آپ کا مزار ہے اور قریب ہی عیدگاہ ہے۔

شاہ محمد بن فضل اللہؒ:

آپ کے آباواجداد جون پور سے متعلق تھے مگر آپ کی پیدائش احمد آباد گجرات

میں ہوئی۔ حضرت شیخ صفی گجراتی سے فیض یابی حاصل کی اور پیر صاحب کی اجازت لے کر حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۲ سال تک مکہ میں رہے اور حضرت شیخ علی متقی سے فیض یابی حاصل کرتے رہے ۔احمد آباد لوٹنے کے بعد برسوں وہیں رہے۔ برہانپور کا سفر اختیار کیا۔ فیض خلافت شطاریہ وقادریہ آپ نے حضرت شیخ علی متقی اور شیخ ابو محمد بن خضر تمیمی سے حاصل کیا۔ حضرت شیخ صفی گجراتی سے چشتیہ سلسلہ میں خلافت حاصل ہوئی۔ برہانپور میں ۱۰۲۹ھ میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔

شیخ عیسیٰ جنداللہ شطاریؒ:

آپ کے والد کا نام حضرت قاسم محدث سندھی، علوم ظاہری و باطنی تفسیر، حدیث وفقہ میں اپنے والد محترم سے رہنمائی حاصل کی اور اپنے چچا حضرت مولانا شیخ محمد طاہر پٹنی سے بھی درس حاصل کیا۔ حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہوئے اور شطاری سلسلہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۴؍ شوال ۱۰۳۱ھ میں وصال ہوا اور برہانپور میں مدفون ہوئے۔

شیخ عبداللطیفؒ:

آپ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے خاندان سے تھے۔ دور عالمگیری کا زمانہ پایا۔ اپنی کلاہ مبارک عالمگیر کو تبرکاً پیش کی تھی۔ ۱۰۶۶ھ میں برہانپور میں وصال ہوا۔ آپ کے مزار پر عالمگیر نے گنبد تعمیر کروایا۔ دولت میدان میں مقبرہ موجود ہے۔ اورنگ زیب آپ کے مزار ۲۰ ذی قعدہ ۱۰۹۲ھ میں حاضر ہوئے اور فاتحہ

خیر پڑھنے کے بعد حضرت شیخ کی روح پرفتوح سے اعدائے دین کے مقابلہ میں مدد طلب کی۔ (ماثرہ عالمگیری صفحہ ۱۵۲)

شاہ فتح محمد محدثؒ:

آپ کا نام عبدالرحمٰن فرزند شاہ عیسیٰ جنداللہ شریعت وطریقت کے پاسدار اور درس وتدریس میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت فرمائی اور حج سے بھی سرفرازی حاصل کی۔ مدینہ میں بھی وقت گزارا اور برہانپور کی یہ جامع صفات زہد وتقویٰ میں شہرہ آفاق شخصیت نے مدینہ میں ہی ۱۰۸۲ء میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

شاہ برہان راز الہٰؒ:

دور عالمگیری میں آپ برہانپور میں مقیم تھے اور حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ شطاری سے فیض حاصل کیا اور شطاری سلسلہ میں خلافت بھی حاصل کی۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، دعاؤں اور توجہ کے طالب ہو کر بہرہ مند ہو جاتے۔ ۱۵ شعبان ۱۰۸۳ھ میں وفات پائی اور سندھی پورہ برہانپور میں تدفین عمل میں آئی۔

شاہ عبداللہ چشتیؒ:

شاہ عبدالنبی کے فرزند۔ قادریہ وسہروردیہ سلسلے سے متعلق تھے اور اپنے والد محترم سے ہی خلافت پائی۔ ۲۹ محرم ۱۰۹۸ھ میں برہانپور میں وفات پائی اور شیخ پورہ کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

شاہ نور رمز الٰہیؒ:

آپ بھی فقیر کامل تھے۔ شاہ برہان راز الہ کے خلفاء میں سے تھے آپ کا مزار اتوار محلّہ برہانپور میں موجود ہے۔

شاہ عبداللہ فاروقیؒ:

آپ شیخ عبدالنبی برہانپوری کے فرزند، بڑے عابد و زاہد متوکل اور صاحب شریعت وطریقت تھے۔ ۲۹ محرم ۱۰۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا اور شیخ پورہ برہانپور میں مزار انور ہے۔

شاہ یتیمؒ:

متوطن برہانپور، خانقاہ شیخ عبداللطیف کے پاس ہی ایک تکیہ میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا مزار برہانپور میں ہے اور دور عالمگیر میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔

میر محمد نعمان نقشبندیؒ:

آپ کے والد محترم کا نام شمس الدین جنھیں میر بزرگ بھی کہتے ہیں۔ برہانپور میں نقشبندی سلسلہ کی نمائندگی کرتے رہے۔ شہر بلخ سے ہندوستان آئے اور حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور بعد میں حضرت مجدد الف ثانی یعنی شیخ احمد سرھندی سے بھی تعلیم و مراتب سلوک کی منزلیں طے کیں۔ برہانپور آکر آپ نے عوام اور خواص میں اپنا بڑا مقام حاصل کیا۔ آپ نے برہانپور میں رحلت فرمائی اور برہانپور میں ہی مدفون ہوئے۔

شیخ ابوالمظفر صوفیؒ:

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی کے مرید و خلیفہ اور برہانپور میں رہ کر شریعت وطریقت پر کام کرتے رہے اور ہزاروں افراد آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ نے اسی شہر میں وفات پائی اور عیدگاہ سے متصل آپ کا مزار پرانوار ہے۔

خواجہ محمد ہاشمؒ:

نقش بندی سلسلہ سے وابستہ تھے۔ برہانپور میں رہ کر شریعت وطریقت کی پاسداری اور تعلیم دیتے رہے۔ کشم سے محمد ہاشم کشمی بھی کہلائے۔ حضرت شیخ احمد سرھندی سے روحانی فیض اور حضرت نعمانؒ کے خلافت حاصل اور برہانپور میں مقیم ہوئے۔ ۱۰۴۵ھ میں برہانپور میں ہی وفات پائی۔ اور پانڈردل ندی کے کنارے تدفین عمل میں آئی۔ ۱۲۷۲ھ میں آپ کے جسم اطہر کی تدفین اس جگہ عمل میں آئی جہاں اب مقبرہ بن چکا ہے۔ عالم خواب میں برہانپور کے ہی محمد طاہر صاحب کو منتقلی کی ہدایت دی گئی۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔ محمد ہاشم ولی کامل، عارف عالم وشاعر بھی تھے۔ آپ کا فارسی کلام قلمی نسخہ کی شکل میں ممبئی میں محفوظ ہے۔

سید شاہ نور لشکر کوٹھیؒ:

شطاریہ سلسلہ کے بزرگ ہمیشہ عبادت وریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۴۳ھ میں وصال ہوا اور دریائے تاپتی کے کنارے تدفین عمل میں آئی۔

حاجی نور محمدؒ: آپ سید شاہ نور الدین ابوالعلائی کے نام سے مشہور ہیں۔ خواجہ محمد ابو

وفا ابو العلائی اورنگ آبادی سے قادری و چشتی سلسلے میں فیض و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ برہانپور سے آپ کا تعلق رہا اور ۲۴ محرم ۱۱۴۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور اسی برہانپور میں آپ کا مزار اقدس ہے۔

شیخ طٰہٰ شطاریؒ:

آپ کا تعلق پمپلنیر خاندیش سے ہے حضرت سید شاہ علی الدین شطاری ملھیر کے مرید و خلیفہ، بڑے ہی عابد و زاہد، متوکل اور عبادت گزار تھے۔ مریدوں کی اصلاح و ترقی منازل پر خاص توجہ فرماتے ۲۴ ربیع الاول ۱۲۴۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

خواجہ محمد شاہ باریاب چشتیؒ:

آپ خواجہ محمد نصیر یاب برہانپوری کے فرزند و خلیفہ، بڑے نامی بزرگ تھے۔ ۱۱۹۱ھ میں ولادت ہوئی اور والد کی رحلت کے بعد برہانپور میں مسند خلافت سنبھالی اور فیض یابی کے دروازے کھول دیئے۔ حج بیت اللہ سے سرفراز بھی ہوئے۔ ۲۱ رذی قعدہ ۱۲۶۴ھ میں وصال ہوا اور برہانپور میں تدفین عمل میں آئی۔

برہانپور کے اولیائے کرام کی فہرست مکمّل نہیں پھر بھی عوام کی معلومات کے پیش نظر ان کا اجمالی ذکر ضروری سمجھا۔ برہانپور اولیائے کرام کی سرزمین ہے ہر دور میں بزرگان دین نے عوام کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ شریعت و طریقت کے علمبردار رہے اور غیر مسلم حضرات کو بھی اپنی تعلیمات و کردار سے متاثر کیا۔ انھیں بھی نیکی اور نیک کاموں کی تلقین کرتے رہے۔ ہندو مسلم اتحاد کی مضبوطی میں ان بزرگان دین و اولیائے وقت کا نمایاں کردار رہا ہے جو دلوں جوڑتے تھے اور بلا تفریق سب کے لیے

کام کرتے تھے۔

پیر عبد الغفور بخش اللہ اشرفی:

پیر عبد الغفور بخش اللہ اشرفی کا مقبرہ برہان پور کے اولیاء کرام میں بڑا کشادہ اور قابل توجہ ہے۔ مقبرہ کے احاطے میں کافی وسعت ہے اور چار دیواری سے لگے ہوئے کمرے اس میں زائرین کے لیے سہولت فراہم کرتے ہیں۔ روحانی اعتبار سے اولیاء کرام میں حضرت پیر عبد الغفور بخش اللہ سرکار برہانپور کا منصب رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۸/اگست ۱۸۹۹ء کی ہے۔ والد محترم حاجی الٰہی بخش اور والدہ کا نام نصیبہ بی تھا۔ آپ کے فیوض و برکات کا تذکرہ دور دور تک ہے۔ آپ نے ملک اور بیرون ملک کا دورہ بھی کیا۔ عوام سے ربط وضبط بھی قائم رکھا۔ مریدین وخلفاء کی برابر رہنمائی بھی کرتے رہے۔ ۳۰/مئی ۱۹۸۶ء میں آپ نے وصال فرمایا اور برہانپور میں ہی آپ کا مدفن ہے۔ آخری آرام گاہ پر مقبرہ واقع بہار اشرفی، لوہار منڈی گیٹ برہانپور زائرین ومعتقدین کی توجہ کا مرکز ہے۔ آپ سلسلۂ عالیہ اشرفیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ مجددیہ اور منوریہ میں خلافت واجازت کی ترجمانی ورہنمائی فرماتے رہے ہیں۔

فہرست اولیاء کرام برہانپور:

خواجہ محمد داراب برہانپوری	وفات ومدفن برہانپور ۱۹ جمادی الاول ۱۲۰۲ھ
شاہ نور الحق ابو العلائی	وفات ومدفن برہانپور ۱۳ شوال ۱۱۶۲ھ
شاہ کریم اللہ رازی	وفات ومدفن برہانپور ۵ صفر ۱۱۶۰ھ
محمد شاہ دولہ	وفات ومدفن بہادر پور نزد برہانپور ۲۵ رجب ۱۱۶۰ھ

سید شاہ نور شکر کوٹھیؒ	وفات و مدفن برہانپور ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ
شاہ عارف معمر قادریؒ برہانپوری	وفات و مدفن دہلی ۱۱۲۵ھ
شاہ یتیم قلندریؒ دور عالمگیری	وفات و مدفن برہانپور
شاہ عبداللہ چشتیؒ	وفات و مدفن برہانپور ۱۰۹۸ھ
شاہ لشکر محمد عارف باللہؒ	وفات و مدفن برہانپور ۹۹۳ھ
شاہ عبدالحکیمؒ	وفات و مدفن برہانپور ۹۹۲ھ
شیخ مبارکؒ سندھی	وفات و مدفن برہانپور ۹۷۸ھ
شیخ احمد چشتیؒ	وفات و مدفن برہانپور ۱۳ رمضان ۹۶۵ھ
شاہ منصورؒ	وفات و مدفن برہانپور ۲۶ ربیع الثانی ۹۵۸ھ
شاہ جلالؒ	وفات و مدفن برہانپور غرہ ربیع الثانی ۹۵۱ھ
شیخ جلال الدین قادریؒ	وفات و مدفن برہانپور ۲۳ ربیع الثانی ۹۳۵ھ
شاہ شاہبازؒ	وفات و مدفن برہانپور ۱۰ ربیع الآخر ۹۳۴ھ
سید شاہ حسین خدانماؒ	وفات و مدفن برہانپور ۱۶ رمضان ۹۱۵ھ
شیخ عزیز اللہؒ	وفات و مدفن برہانپور ۹۱۲ھ
شاہ بھکاریؒ	وفات و مدفن برہانپور ۱۲ ربیع الاول ۹۰۷ھ
شاہ نعمان چشتیؒ	وفات و مدفن اسیر گڑھ نزد برہانپور ۸۸۱ھ
شاہ جوسیؒ	وفات و مدفن برہانپور ۸۵۰ھ
سید محمد نظیر	وفات و مدفن برہانپور ۱۳۰۱ھ

☆ برہانپور: مقبرہ حضرت محمد ہاشم کشمیؒ، متعلق سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ وفات ۱۰۴۵ھ ☆

مزار اقدس حضرت خواجہ سید ہاشم

☆ کتبہ اندرون مقبرہ ☆

☆برہانپور: حضرت برہان الدین راز الٰہیؒ ☆

☆برہانپور: مقبرہ حضرت شیخ عیسیٰ جند اللہؒ☆

☆ برہانپور: حضرت شاہ محمد بن فضل اللہ، وصال ۱۰۲۹ھ ☆

برہانپور: مقبرہ حضرت پیر عبدالغفور حق اللہ اشرفی، وصال [illegible]

☆ برہانپور: حضرت بہاء الدین باجنؒ ☆
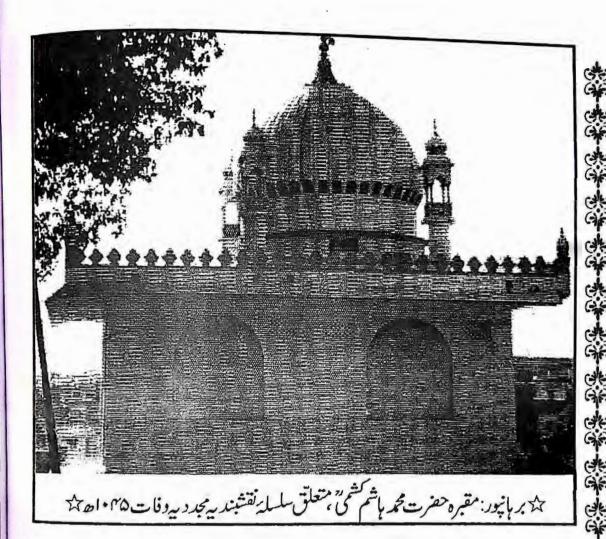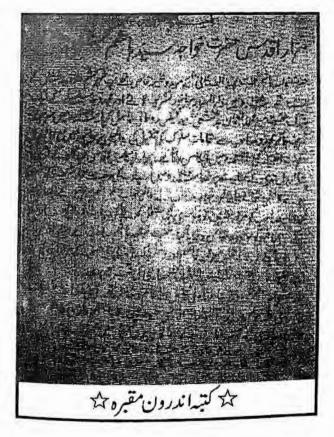
☆ برہانپور: مدرسہ فیض العلوم جہاں شعبۂ عربی عالمیت وفضیلت، شعبۂ دینیات، شعبۂ قرآن مجید، شعبۂ تجوید و قرأت، شعبۂ افتاء اور شعبۂ خطابت وغیرہ کا بھی نظم ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ تعلیمی سند بھی عطا کی جاتی ہے۔ ☆

کتبہ شناسی مطالعہ اور کتبات کی اہمیت

کتبہ شناسی یا فن کتبہ شناسی کے مختلف پہلو ہیں۔ اس فن کی بڑی اہمیت ہے ہم اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔ جہاں تک ہمارے ملک ہندوستان کا تعلق ہے عہد قدیم سے موجودہ دور تک کے کتبات ملتے ہیں جن کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ ہمارا ملک بہت وسیع وعریض ہے ہر علاقے میں مختلف زبانوں کے کتبات آج بھی موجود ہیں۔ یہ کتبات مذہبی نوعیت کے بھی ہیں تعمیرات کے متعلق بھی ہیں۔ کسی حکمران کے دور کی عکاسی بھی پیش کرتے ہیں۔ سنسکرت، مراٹھی، گجراتی، بنگالی، ہندی، شاردا، تمل، تیلگو، ملیالم اور کنٹر زبانوں کے کتبات کا بہت بڑا ذخیرہ ہمارے ملک کی تہذیبی، تاریخی اور تمدنی احوال بیان کرتے ہیں۔ پھر ایک دور ایسا بھی آیا جب عربی، فارسی اور اردو میں بھی کتبات نصب ہونے لگے۔ اسی پس منظر کے تحت فارسی اور اردو کے کتبات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

کتبات جن چیزوں پر ملتے ہیں سب سے پہلے کتبہ کا متن یا Text صحیح طور پر پڑھنا ضروری ہے۔ کتبہ میں کس کا نام آیا ہے اس کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ عام طور پر کتبہ کا سن بھی لکھا جاتا ہے جو کہ عبارت کا خصوصی حصہ ہوتا ہے پھر اس پر بھی غور کیا جاتا ہے کہ کتبہ کس بات کے لیے تیار کیا گیا اور نصب ہوا۔ کتبہ جس جگہ، شہر یا عمارت سے حاصل ہوا ہے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے یا نہیں۔ مجھے محکمہ آثار ہند کے

شعبۂ کتبات میں خدمات کا طویل زمانہ ملا اور آج بھی کتبات کے حصول اور متن یا عبارت سے دلچسپی ہے یہاں میں اپنے ذاتی تجربات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

عربی، فارسی، اردو یا انگریزی میں جو بھی کتبات ملتے ہیں کتبات کی نقول یا زیراکس حاصل کرنا، پھر ان کے متن لکھنا اور عبارت کا حاصل مطلب بیان کرنا وغیرہ اس کام کے لیے اس کا خاص شعبہ ناگ پور میں موجود ہے جو مرکزی وزارت ثقافت کے تحت کام کرتا ہے اور کتبات میں جو بھی معلومات ملتی ہیں اس کی سالانہ رپورٹ شائع ہوتی ہے جو محققین، مورخین اور عوام کے کام آتی ہے۔

میں یہاں پر ایک کتبہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ناگ پور سے متعلق ہے اور یہ چار زبانوں میں تحریر ہے یعنی فارسی، اردو، دیوناگری اور انگریزی میں یہ کتبہ جارج فورسٹر کی مزار پر نصب ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ جارج فورسٹر معز الدولہ انتظام الملک طہور جنگ سردار ایسٹ انڈیا کمپنی جس کی آمد کلکتہ سے ناگ پور سرکاری عہدیدار کی حیثیت سے ہوئی تھی یہاں اس کا خاص مشن تھا۔۱۷۹۱ء میں جارج وفات پائی۔ اس کی وفات اور اندراج کے مطابق ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ جارج فورسٹر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے اہل کار تھے اور ناگ پور میں تھے ۱۷۹۱ء میں ان کا وصال ہو گیا لیکن اس کتبہ کے سیاسی پس منظر کو سمجھنے کے لیے ہمیں بہت سی باتوں کو سمجھنا ہوگا کہ جارج فورسٹر کا اس دور سے کیا تعلق تھا جس زمانہ کا یہ کتبہ ہے تبھی اس کتبہ کی اہمیت واضح ہو گی کہ بھونسلہ دور حکومت میں وہ کلکتہ سے ناگپور کس مقصد کے تحت آیا تھا۔ ہمیں اس دور کی تاریخ کو سمجھنا ہوگا کہ انگریز اہل کار کس طرح اپنی حکومت کا

استحکام چاہتے تھے جب یہ بات واضح ہو جائے گی تب اس کتبہ کی اہمیت پوری طرح سمجھ میں آجائے گی چنانچہ جب تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جارج فورسٹر ۱۷۸۸ء میں پہلی بار ناگ پور آیا تھا۔ ۱۷۸۹ء میں اسے کلکتہ واپس بلا لیا گیا۔ لیکن ۱۷۹۰ء میں اسے پھر ناگ پور بھیجا گیا۔ اس کا خاص مشن اور مقصد یہ تھا کہ بھونسلہ حکمراں کو انگریزوں کے ساتھ میل ملاپ کی پالیسی کے لئے راضی کیا جاسکے اس نے اس کی پہل بھی کی مگر اس میں اسے کامیابی نہیں مل سکی۔ پھر بھی وہ ناگ پور میں قیام پذیر رہا اور اپنے مشن میں کامیابی چاہتا تھا۔ اسی قیام کے دوران ۵/جنوری ۱۷۹۱ء میں اس کا ناگپور میں انتقال ہو گیا اور اس کی تدفین ناگ ندی کے کنارے بگڑ گنج کے علاقہ میں عمل میں آئی۔ ۱۹۱۵ء میں پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس کی تدفین شدہ لاش کو ناگ ندی کے کنارے سے نکال کر سول لائن ناگپور میں انگریزوں کے قبرستان میں دوبارہ دفن کیا گیا جہاں اس کی قبر چار زبانوں میں کتبات بڑے تعمیری ڈھانچہ کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی وفات کے وقت جارج کی عمر ۳۹ سال تھی۔ چنانچہ اس وقت کے تاریخی شواہد کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ بھونسلہ حکمراں ناگ پور نے انگریزوں کے مشن کو ناکام بنا دیا تھا۔ یہ بات بھی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت انگریزوں کو ناگپور کی کیوں ضرورت تھی لیکن بھونسلہ حکمراں اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ وہ کسی کے دباؤ میں آکر کام کریں اور دوسروں کے لیے پریشانی کا سبب بنیں۔ ہمارے ملک میں مختلف شہروں میں پرانے میوزیم موجود ہیں عام طور پر میوزیم انگریزی دور حکومت میں

بنائے گئے تھے۔ایک میوزیم ناگ پور میں بھی ہے جو اسمبلی ہال کے بالکل قریب ہے جس وقت یہ میوزیم بن کر تیار ہوا اس وقت ناگ پور سینٹرل پروونسیس کی راجدھانی تھا۔ بھونسلہ حکومت کے بعد انگریزی حکومت اس علاقہ میں قائم ہوگئی۔ ناگ پور میوزیم جسے سینٹرل میوزیم کہا جاتا ہے ۱۸۷۰ء کے بعد بن کر تیار ہوگیا چنانچہ اس وقت جو بھی نایاب چیزیں، کتبات، مورتیاں، سکے یا کھدائی میں حاصل شدہ چیزیں مل جاتی تھیں انگریز افسران اسے ناگ پور میوزیم بھیج دیا کرتے تھے۔اس طرح یہ میوزیم ہمارے ملک کے اہم باقیات کا نگراں ہے۔ یہاں دوسری زبانوں کے کتبات کے علاوہ فارسی زبان کے کتبات بھی موجود ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی تعمیر سے رہا۔ان کتبات میں برہانپور جواب مدھیہ پردیش میں ہے جہانگیر کے دور کا فارسی میں ایک کتبہ موجود ہے۔ برہانپور انگریزوں کے دور میں سینٹرل پروانسیس کا حصہ تھا۔ برہانپور میں جہانگیر کے دور میں جو حمام بن کر تیار ہوا اسی سے متعلق فارسی کا یہ کتبہ موجود ہے۔ ۱۰۱۶ھ (مطابق ۱۶۰۸۔۱۶۰۷ء) میں نواب سالار بہادر میرزا عبدالرحیم خان خاناں کے حکم کے مطابق حمام کی تعمیر برائے عوام عمل میں آئی۔ یہ حمام محمد علی کرک کی نگرانی میں مکمل ہوا۔اس کتبہ کو خوبصورتی سے سنوارنے والا خلف التبریزی تھا۔

جو لوگ خاندیش برہانپور کی تاریخ سے واقف ہیں انھیں بخوبی علم ہے کہ خاندیش پر اکبر نے ۱۶۰۱ء میں کامیابی حاصل کی اور یہ اس کا ایک صوبہ بن گیا۔اکبر کے بعد جہانگیر کے دور میں عبدالرحیم خان خاناں برہانپور میں بطور صاحب صوبہ برسوں مقیم رہا اور مختلف کام انجام پذیر ہوئے۔ چنانچہ جب خاندیش کی تاریخ اور وہاں

عوامی کاموں کا جائزہ لیا جائے گا تب عبدالرحیم خان خاناں کا یہ کام کتبہ کی روشنی میں بھلایا نہیں جا سکتا۔ اگر کتبہ نہ بھی ملتا تو معاصر رحیمی جو اسی وقت کی تاریخ ہے حمام کا ذکر عبدالباقی نہاوندی نے کیا ہے۔ خط نستعلیق میں یہ کتبہ بہت ہی خوبصورت ہے جو اس وقت کے فن کاروں پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ ۱۶۰۸/۱۶۰۷ء میں جس زمانہ کا یہ کتبہ ہے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ عبدالرحیم خان خاناں اس وقت برہانپور خاندیش میں فرائض منصبی انجام دے رہا تھا۔ چونکہ یہ کتبہ ناگ پور میوزیم میں محفوظ ہو گیا اس لئے یہ ٹوٹ پھوٹ سے بچ بھی گیا اور تاریخی معلومات کا ذریعہ بھی بن گیا۔

کتبات کے مطالعے کے وقت ہمیں اس بات پر خاص دھیان دینا چاہیے کہ کتبہ کس مقام سے تعلق رکھتا ہے اس میں درج تاریخ کیا ہے تبھی ہم اپنا حق ادا کر سکتے ہیں اور صحیح معلومات بھی فراہم کر سکتے ہیں مثال کے طور پر ناگ پور میوزیم میں فارسی اور مراٹھی میں ایک کتبہ محفوظ ہے یہ پتھر کے پلر کی شکل میں دراصل کلمبھ Kalamb ضلع ایوت مال سے حاصل ہوا تھا۔ اس پلر پر کتبہ میں لکھا ہے کہ یہ شاہراہ سیدھی سالے وڈ Salewad یا سالود Salod کو جاتی ہے اور ایک شاخ ناچن گاؤں نکل جاتی ہے۔ اس میں برہان نظام شاہ کا نام درج ہے اور شہور سال الف یعنی ۱۰۰۰۔ مراٹھی میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ شاہراہ سالے وڈ اور بائیں جانب کو جانے والی شاہراہ ناچن گاؤں۔

یہ اہم کتبہ دراصل احمد نگر کے حکمرانوں کے دور کا ہے جنھوں نے ۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک برار پر حکمرانی کی۔

فارسی مراٹھی میں یہ کتبہ شاہراہوں کی نشاندہی کی تاریخ سے جڑا ہوا ہے اور احمد نگر حکومت میں مختلف شاہراہوں پر ایسے نشاندہی والے کتبات نصب کروائے گئے جن سے آنے جانے والوں کو مقام کا علم ہو سکے کہ وہ صحیح شاہراہ پر ہیں یا نہیں۔ انگریزی دور حکومت میں اس نظام کو پوری طرح اپنایا گیا کہ سڑک کہاں سے کہاں جارہی ہے۔ چنانچہ فارسی کتبات اس معاملہ میں اولیت کا مقام رکھتے ہیں کہ تاجروں اور سفر کرنے والے لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اسی نوعیت کا ایک کتبہ اکوٹ سے نرنالہ جانے والی سڑک پر بھی لگایا گیا تھا جو فارسی میں تھا۔ اس طرح ہمیں پرانے راستوں کا بھی پتہ چلتا ہے کہ صدیوں سے یہ شاہراہ استعمال میں تھیں اور آج بھی نئی مہارت کے ساتھ تعمیر ہونے کے بعد استعمال میں ہیں۔

آخر میں چند کتبات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو ہمارے ودربھ سے تعلق رکھتے ہیں مشہور زمانہ درگاہ شاہ دلہا رحمٰنؒ ایلچپور یا اچل پور ضلع امراؤتی میں واقع ہے۔ ناگپور کے بھونسلہ حکمرانوں کی عقیدت شاہ دلہا رحمٰن غازی سے بھی رہی ہے اور یہ کتبات اسی کا ثبوت ہیں۔ وہاں پر پانچ کتبات فارسی میں احطہ درگاہ کی چار دیواری کے داخلی دروازوں پر لگے ہوئے ہیں پہلا کتبہ ۱۱۸۹ھ یعنی ۱۷۷۵ء/۱۷۷۶ء، ۱۱۹۰ھ یعنی ۱۷۷۷ء، ۱۱۹۱ھ یعنی ۱۷۷۸ء، ۱۱۹۲ھ ۱۷۷۹ء اور ۱۱۹۵ھ یعنی ۱۷۸۰ء یعنی پانچ کتبات مدھوجی اور رگھوجی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دراصل یہ کتبات بھونسلہ حکمرانوں کی مسلمان بزرگان دین سے عقیدت کا اظہار ہیں۔ مدھاجی یا مدھوجی نے اپنے دل میں اور حقیقی طور پر اس بات کا تہیّہ کر رکھا تھا کہ اگر اس کے

متبنہ فرزند رگھو جی دوم کو "سینا صاحب صوبہ" کا درجہ پونا کے پیشوا سے حاصل ہو جاتا ہے تو درگاہ رحمٰن غازیؒ کی تعمیری کام انجام دے گا۔ چنانچہ اس کی یہ تمنا پوری ہوئی اور مودھاجی نے درگاہ کی چار دیوار جو وسیع و عریض ہے تعمیری عمل شروع ہوا اور شاندار دروازے بھی داخلہ کے لئے بنائے گئے انھیں دروازوں پر بھونسلہ دور کے کتبات نصب کئے گئے۔ پہلا کتبہ ۱۱۸۹ھ یعنی ۷۶-۱۷۷۵ء کا ہے اس میں مدھاجی کا بطور خاص ذکر ہے۔ دوسرا کتبہ ۱۱۹۰ھ یعنی ۱۷۷۶ء کا ہے اس میں سینا صاحب راجہ رگھوجی کا نام بھی دیا ہوا ہے یعنی سینا صاحب صوبہ کا خطاب یا درجہ اسے حاصل ہوگیا۔ بقیہ کتبات میں بھی راجہ مودھاجی اور رگھوجی کا ذکر موجود ہے۔

حالانکہ اچل پور اور برار کا پرانا علاقہ اچل پور کے نوابوں کے تابع تھا یعنی حیدر آباد کے نظام کے ماتحت تھا۔ اچل پور کے یہ کتبات ناگپور کے بھونسلہ حکمران اور اچل پور کے نوابوں کی دوستی اور تعلّقات پر روشنی ڈالتے ہیں اور ہندو مسلم تعلّقات کی شاندار حقیقت بھی بیان کرتے ہیں جو ہماری تاریخ اور تہذیب کا حصہ ہیں۔

برحال کتبہ شناسی یا فن کتبات کے ماہرین جنھیں تاریخ کا علم ہوتا ہے وہی کتبات کی اہمیت پوری طرح واضح کر سکتے ہیں۔ کتبات ہمارے ملک کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور مقامی طور پر جو بھی کتبات ملتے ہیں وہ بھی ہماری قومی تاریخ کا ہی حصہ ہیں۔ ان کے مطالعے اور وضاحت کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں محکمہ آثار قدیمہ یا آثار ہند، حکومت ہند برابر کام کر رہا ہے اور کتبات سے متعلّق معلومات ان کی سالانہ رپورٹ میں مل سکتی ہے اسی طرح اسی محکمہ کا تحقیقی مجلّہ جو سالانہ شائع ہوتا

ہے اور عربی و فارسی کے کتبات پر مضامین پیش کرتا ہے بڑی اہمیت کا حامل ہے ایک اور مجلّہ جو سالانہ شائع ہوتا ہے یعنی Indian Archaeology A Review بھی ہمارے طلبا، تحقیقی کام کرنے والے اسکالرس، مورخین اور اساتذہ کی رہنمائی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ کتبہ شناسی ایک فن ہے اور اس فن کے بہت سے پہلو ہیں جنھیں سمجھے بغیر کتبہ شناسی کا حق پوری طرح ادا نہیں ہوسکتا۔

اسیر گڑھ قلعہ کے آس پاس اور قلعہ کے اندر انگریزی کتبات بھی موجود ہیں۔ یہ کتبات ۱۸۱۸ء کے بعد کے دور کے ہیں ان میں اس علاقہ میں موجود انگریز فوجی افسران کی وفات کا زمانہ درج ہے اور ان کے عہدے بھی دیئے گئے ہیں۔ ایسے تمام کتبات برہانپور، اسیر گڑھ اور خاندیش کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ کتبات بے شمار چیزوں کے عکاس ہیں۔ یہ ہمارے شہر، علاقہ، صوبہ اور ملک کی تاریخ کے گواہ بھی ہیں۔

☆ برہانپور: مسجد فیض کا کتبہ جس کی تعمیر کا سن ۱۱۳۲ھ میں ہوئی۔
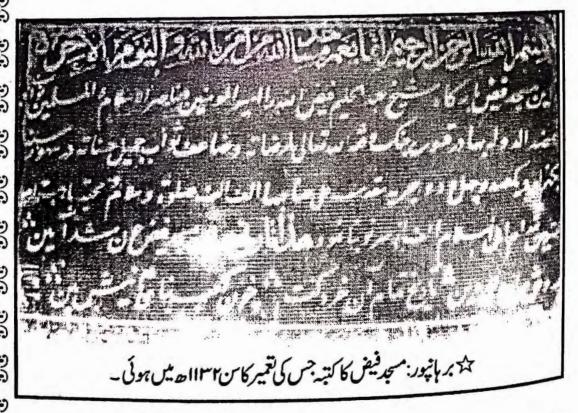
برہانپور کے کتبات کا جائزہ

جہانگیری حمام:

عبدالرحیم خانخاناں نے اپنی نظامت کے زمانے میں غسل خانہ تعمیر کروایا۔ یہ حمام خانہ ۱۰۱۶ھ یعنی ۸۔۱۶۰۷ میں بن کر تیار ہوا۔ یہ خانخاناں کے حکم کے مطابق محمد علی کرک کی نگرانی مکمّل ہوا۔

اسی طرح راجہ علی خان والی خاندیش کی جامع مسجد جو برہانپور میں ہے۔ میر محمد نعمان نے عبدالرحیم خانخاناں کو مشورہ دیا کہ اس مسجد کا جو بھی کام ضروری ہے اسے پورا کیا جائے۔ چنانچہ اپنے روحانی رہنما کی بات پر خود اپنی نگرانی میں جو کام کیا وہ جامع مسجد کے احاطہ کی دیوار ہے۔ مشرقی اور جنوبی دروازے کی تعمیر ہے۔ کشادے کمرے تینوں جانب بنائے گئے اور دو حوض بھی لال باغ سے زیر زمین پانی کی سپلائی سے جوڑ دیئے گئے۔ اسی طرح صحن بھی پھر سے تعمیر ہوا۔

لال باغ سے جامع مسجد کو پانی کی سپلائی سے نمازی بہت خوش ہوئے اور جمعہ کی نماز میں دعاؤں میں خانخاناں کے حق میں دعائیں بھی ہوتی رہیں۔ برہانپور میں جہاں جہاں بھی پانی پہنچتا رہا پہلی نہر کو خیر جاری کے نام سے منسوب کیا گیا۔

خانخاناں کا رہائشی محل:

خانخاناں نے اپنے قیام اور نظامت کے دوران برہانپور میں اپنا رہائشی محل بھی تعمیر کیا جو ۱۶۱۴ء میں مکمّل ہوا۔ تعمیر، سجاوٹ اور رنگ و برنگ سے مرصعہ اس محل کی

اس وقت کے شعرا نے اپنے انداز میں تعریف بیان کی ہے ان میں مولانا تجلی، سید محمد یوسف طبعی، عبدالباقی نہاوندی شیرازی ہمدانی اور کمال الدین قابل ذکر ہیں۔

بہادر پور کتبہ ۱۱۱۹ھ:

برہانپور سے نزدیک بہادر پور واقع ہے۔ وہاں پر پرانے قبرستان جو کالی مسجد کے سامنے واقع ہے۔ ایک قبر پر فارسی میں جو کتبہ ہے اس میں یلی بیگ ابن جان قلی بیگ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس کی وفات مغل حکمراں شاہ عالم اول کے دور میں ہوئی اس کی حکمرانی کا پہلا سال یعنی ۱۱۱۹ھ، جمادل الاول ۲ تھا۔ (عیسوی سال کے مطابق جولائی ۲۱/ ۱۷۰۷ء)

اسی طرح شکر تالاب کے پاس ایک مسجد کی درمیانی محراب میں جو کتبہ موجود ہے اس میں صرف مسجد کی تعمیر کا ذکر ہے اور دوسری تفصیلات نہیں دی گئی ہیں۔ یہ ۱۷ ویں عیسوی صدی کا کتبہ ہے۔ یہ بھی فارسی میں ہے۔

برہانپور مسجد بہاء الدین باجن ۸۷۷ھ:

جہاں تک برہانپور کے کتبات ہیں ان میں ایک کتبہ حضرت شاہ بہاء الدین باجن کے احاطہ میں جو مسجد ہے وہاں فارسی کتبہ سے جو معلومات ہمیں حاصل ہوتی ہیں اس کے مطابق عادل خان دوم (خاندیش کا فاروقی حکمران) کے دور میں ہجری سال ۸۷۷ (۱۴۷۲ء) میں اعظم ہمایوں یعنی عادل خان دوم کے حکم کے مطابق اس مسجد کی تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کے لیے چند دکانیں جو ملک الشرق ملک تاج کیلا کی ہیں وقف کی گئیں جس سے مسجد سے متعلق اشخاص جو اس مسجد کی نگہداشت میں ہیں انھیں فائدہ

حاصل ہو سکے۔ یہ مسجد ملک الشرق نے ہی تعمیر کروائی۔

مقبرہ شاہ بہاؤ الدین باجن: کے دروازے پر جو عربی میں کتبہ نصب ہے اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی تعمیر ۸۷۷ھ (۱۴۷۲-۷۳ء) میں تاج ابن کیلانے عادل خان دوم کے عہد میں مکمّل کی۔

وفات ملک شجاع الدین برہانپور میں عادل خان: کے مقبرے میں ایک قبر پر جو کتبہ ہے وہ بھی عربی میں ہے اس میں درج ہے کہ ملک امیر شجاع الدین یار علی نے ۲۸۔ ذیقعدہ ۹۰۹ھ میں شہادت پائی۔

برہانپور میں نعمت پورہ: کی جنوبی دیوار پر فارسی میں جو کتبہ موجود ہے اس میں تاریخ درج ہے، ماہ محرم ۹۲۲ (فروری۔ مارچ ۱۵۱۶ء) اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ اس عمارت کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ اسے محمد ابن حبیب اللہ نے اپنے آباء واجداد کی قبور پر تعمیر کیا ہے۔

برہانپور میں بی بی کی مسجد: کی شمالی دیوار کے پلر پر فارسی میں جو کتبہ ہے اس میں ۹۳۶ھ، محرم (ستمبر۔اکتوبر ۱۵۲۹ء) کا سال اور مہینہ درج ہے لیکن اس کا متن واضح نہیں ہے۔

برہانپور سے ہی ایک کتبہ نقل ہوا : ۹۶۰ھ

یہ کتبہ کبیر میاں ابن بنّو میاں کی تحویل میں ہے۔ جو مچھی کرگ میں مقیم تھے۔ فارسی میں اس کتبہ کی تاریخ ۹۶۰ھ (۱۵۵۲-۵۳ء) ہے۔ یہ کتبہ اپنے اصلی مقام پر

نہیں ہے مگر مسجدوں کے تعلق سے جو حدیث ملتی ہ وہ اس کتبہ کا حصہ ہے۔

برہانپور میں درگاہ شاہ منصور کی مسجد ۹۹۰ھ:

برہانپور میں درگاہ شاہ منصور میں جو مسجد ہے اس کی مشرقی دیوار پر کتبہ ہے وہ عربی میں ہے۔ اس میں درج ہے کہ مسجد شاہ منصور کی تعمیر بادشاہ عادل شاہ (چہارم) ابن مبارک شاہ فاروقی کے حکم کے مطابق ملک ولی رکن الدین کی نگرانی اور کوشش سے ماہ محرم، ۹۹۰ھ (جنوری۔فروری ۱۵۸۲ء) میں مکمّل ہوئی۔ کتبہ نویس مصطفیٰ ابن نور محمد۔

برہانپور میں بی بی راستی:

برہانپور میں بی بی راستی کے مقبرے کے نزدیک ایک کتبہ جو فارسی میں ہے اس میں ایک مسجد جسے یار حسین یہودی ابن محمد بیگ نے ۱۰۲۷ھ (۱۸۔۱۶۱۷ء) میں تعمیر کا ذکر ہے۔

برہانپور کی اکبری سرائے: کے باب الداخلہ پر فارسی میں جو کتبہ نصب ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ کارواں سرائے کی تعمیر شاہی حکم کے مطابق مرزا عبد الرحیم خانخاناں کی گورنری اور سپہ سالاری کے دوران عہد جہانگیر میں ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۸ء) میں ہوئی۔ یہ کام لشکر خان کی نگرانی میں مکمّل ہوا۔ کتبہ کی عبارت/متن خلف التبریزی نے انجام دیا۔

برہانپور میں کھجوری مسجد: کی شمالی دیوار کا کتبہ جو فارسی میں ہے درج ہے کہ مسجد کی تعمیر خواجہ ادراک ناظر شایستہ خان نے ۱۰۶۰ھ (۵۰۔۱۶۴۹ء) کروائی۔ فرید بعد

صدیقی نے غالباً اس کتبہ کے اشعار کہے جو متن کا حصہ ہیں۔

برہانپور میں محدثین کا قبرستان کی ایک قبر کا کتبہ جو عربی و فارسی میں ۱۰۹۱ھ، جمادی الاول ۷ (مئی ۲۶، ۱۶۸۰ء) کا ہے اس بات کا ذکر ہے مرزا محمد حسین ولد حاجی مرزا بیگ کی وفات قرآن شریف کی تلاوت کرتے شام کے وقت ہوئی۔

برہانپور میں محدثین کا قبرستان، میں دوسری قبر پر جو کتبہ ہے وہ بھی عربی و فارسی میں ہے میر ظہیر الدین حسین، سیفی و حسینی سید کی وفات بعمر تیس سال ۱۸ شعبان ۱۰۹۱ھ (ستمبر ۳/ ۱۶۸۰ء) میں ہوئی۔

برہانپور میں قدم رسول کی مسجد میں عربی میں جو کتبہ شمالی دیوار پر ہے اس میں درج ہے کہ مسجد کی تعمیر عبدالسّلام نے ۱۱۰۷ھ (۹۶-۱۱۹۵ء) میں مکمّل کی۔

مقبرہ شاہ بھکاری ۱۱۰۴ھ برہانپور میں درگاہ شاہ بھکاری کی مشرقی دیوار پر عربی میں جو کتبہ ہے اس میں ذکر ہے کہ مقبرہ کی تعمیر ۱۱۰۴ھ (۹۳-۱۶۹۲ء) میں شہاب الدین نامی شخص نے کروائی۔

برہانپور کی محلّہ نعمت پورہ کی ایک مسجد میں ایک مزار کا کتبہ جو عربی میں ہے اس بات کا ذکر ہے کہ مرزا محمد ابراہیم ولد مرزا ابوالفتح الحسینی، الحسینی انجوئی کی وفات۔ رمضان ۵/ ۱۱۱۱ھ (فروری ۱۴/ ۱۷۰۰ء) میں ہوئی۔

برہانپور میں شاہ نواز خان کے مقبرے کے مغربی جانب ایک پلیٹ فارم سے جو کتبہ لوح مزار کا ہے عربی و فارسی میں ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ سید محمد عنایت

ولد سید محمود سید چاند سادات بارہہ جو کہ کیتھورا کے تھے ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۰-۱۷۰۱ء) میں وفات پائی۔

برہانپور میں **صحت کنواں محلہ** میں صوفی نور شاہ کے مقبرہ کا جو مشرقی دوروازہ ہے وہاں سے فارسی میں دستیاب کتبہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت کی وفات ۲۷ رجب ۱۱۱۴ھ (دسمبر ۶/ ۱۷۰۲ء) میں ہوئی اور ۱۱۱۸ھ (۷-۱۷۰۶ء) میں مقبرہ کی تعمیری کام محمد شاہ نے انجام دیا۔ محمد شاہ جنھوں نے اس مقبرہ کو تعمیر کروایا ان کے والد حاجی صدر شاہ ولد امام قلی ولد شاہ سوار جو کہ بخارا سے ہندوستان تشریف لائے، انہوں نے دو مقامات کو آباد کیا اور سردار پور نام رکھا جو کہ پرگنہ شکر پور شاہ جہاں آباد کے مضافانت میں ہیں اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔

برہانپور میں **کھجور کی مسجد** میں ایک کتبہ رکھا ہے جو فارسی میں ہے اس میں ذکر ہے کہ ایک کنواں بھاگ مل نے ۱۱۲۳ھ (۱۲-۱۷۱۱ء) میں تعمیر کیا۔

برہانپور میں **حافظہ مریم صاحبہ کی قبر** جو کہ شہر پناہ کی جنوبی دیوار کے پاس ہے۔ عربی و فارسی میں جو کتبہ وہاں سے اندراج ہوا اس میں ذکر ہے مریم بنت محمد ولد علی موسی الحسینی المازندرانی جن کا مفتخر خان خطاب تھا۔ مرحومہ کی وفات جمادل الاول ۱۲ (اپریل ۲/ ۱۷۱۸ء) میں ہوئی۔ کتبہ ابوالفضل خان مرحومہ کے شوہر کے نام کے ساتھ ہے۔ آپ کے والد غیاث الدین ولد ابن منصور الحسینی الانجوئی تھے۔

برہانپور میں **لوح مزار** کا کتبہ محلہ راستی پورہ درگاہ پاک لطیف کے احاطہ میں عربی

میں جو تحریر ہے اس کے مطابق والدہ علی عبیداللہ خان نے ۱۱۳۸ھ (۲۶-۱۷۲۵ء) میں وفات پائی۔

برہانپور ایک قبر کا کتبہ جو مسجد نزد بی بی راستی کے قریب واقع ہے فارسی میں تحریر کے مطابق حاجی ظریف بیگ خان کی رحلت ۱۱۴۹ھ (۳۷-۱۷۳۶ء) میں ہوئی۔

برہانپور قادریہ مستورات کالج کے سامنے سے ایک لوح مزار کا جو کتبہ عربی و فارسی میں ہے اس میں ایک شخص خان کی وفات درج ہے اور یکم ذوالحجہ ۱۱۹۴ھ (دسمبر ۲۷/۱۷۸۰ء) کی تاریخ ہے۔

برہانپور: لوح مزار جو محلّہ نعمت پورہ کی مسجد میں ہے وہاں کے عربی کتبہ میں خواجہ عزالدین کی رحلت بتائی گئی ہے۔

برہانپور: محلّہ راستی پورہ میں ایک مسجد جو بی بی راستی کے مقبرہ کے قریب ہے فارسی میں یہ کتبہ غالباً ۱۱۴۹ھ (۳۷-۱۷۳۶ء) ہے اور اس میں خواجہ فولاد خان کا نام ملتا ہے۔

برہانپور: محلّہ راستی پورہ میں بی بی راستی کے مقبرہ کے قریب ایک مسجد کا کتبہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں شاہ نیاز بیگ کا نام درج ہے۔

برہانپور: جامع مسجد کا کتبہ جو محراب کے سیدھی طرف ہے۔ عربی میں یہ کتبہ عادل شاہ چہارم کے دور کا ہے اور ۹۹۷ھ (۸۹-۱۵۸۸ء) درج ہے۔ اس میں درج ہے کہ مسجد عادل شاہ ابن مبارک شاہ ابن عادل شاہ بن حسن خان ابن قیصر خان ابن غزنی خان ابن راجہ ملک الفاروقی العدوی نے اس مسجد کی تعمیر کروائی۔ (یہ تاریخ مسجد

کے کام کی ابتدا/ بنا کی تاریخ ہے۔ جو اس کے حکم سے ہوئی)

برہانپور: اسی جامع مسجد کے محراب کا کتبہ جو عربی میں ہے عادل شاہ چہارم کے عہد کا ہے۔ اس میں درج ہے کہ مسجد کی تعمیر کا عادل شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی نے کروائی۔ محررہ مصطفیٰ ابن نور محمد ۹۹۷ھ (۸۹-۱۵۸۸ء) کا سال بھی درج ہے۔

برہانپور: جامع مسجد کے جنوبی مینار یعنی بائیں جانب والے مینار پر جسے صحن مسجد میں کھڑے ہو کر دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے فارسی میں یہ کتبہ مغل حکمران اکبر کے دور کا ہے اور اس میں درج ہے کہ بادشاہ نے ۱۲ اردی بہشت الٰہی سال ۴۶، شوال ۱۰۰۹ھ (۲۰ اپریل ۱۶۰۱ء) میں لاہور کے لیے روانگی اختیار کی۔ اس میں مزید درج ہے کہ اکبر کی ۱۱ فروردین الٰہی سال ۴۵، ہجری سال ۱۰۰۹ (۱۰ مارچ ۱۶۰۱ء) میں برہانپور آمد ہوئی تھی۔ اس میں میر محمد معصوم نامی جس نے یہ کتبہ تیار کیا۔ اس کے خاندانی شجرہ کی تفصیل بھی ملتی ہے۔

برہانپور: عادل شاہ کے مقبرہ کے مغربی plinth پر مشرقی جانب فارسی اور عربی میں یہ کتبہ اکبر کے دور کا ہی ہے جس میں فارسی کے اشعار جو نامی کے ہیں درج ہیں اور یہ بھی موجود ہے کہ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۱ء) میں یہ تحریر لکھی گئی جب اکبر نے اسیر اور احمد نگر فتح کر لیا اور عازم لاہور ہوا۔ اس میں بھی نامی کے خاندان کا شجرہ موجود ہے۔

خان جہاں لودی نے محلّہ خان جہانی آباد کیا۔ ۱۰۳۷ھ میں ایک بڑا حوض بھی بنوایا تھا۔ بحکم شاہ جہاں ساخت ایں دوعشرت حسن بعہد جہانگیر ابن اکبر شاہ بہشت روئے

زمین عقل یافت تارتخش کہ سروراں راست منزل دلخواہ

میر احمد خاں۔ صوبیدار برہانپور مرہٹوں کے حملے کے وقت تلسی بائی سے مقابلہ میں فوت ہوا۔ برہانپور کے شکار پورہ میں میر احمد خاں اور دیگر کے مزارات ہیں۔اس کے مزار پر ۱۱۲۱ھ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

اس کی تعمیر کردہ مسجد بھی ہے جو تعمیر جدید سے آراستہ ہو چکی ہے۔ٹانکی کے پاس شکار پورہ میں ہے۔

مسجد فیض حلیم اللہ: مسجد فیض حلیم اللہ۔شیخ عبدالحلیم فیض اللہ ۱۱۴۳ھ

عکس کتبات برہانپور، اسیر گڑھ

☆برہانپور: جامع مسجد کی ایک جھلک، کتبہ مسجد کے اندر مغربی دیوار پر موجود ہے۔☆
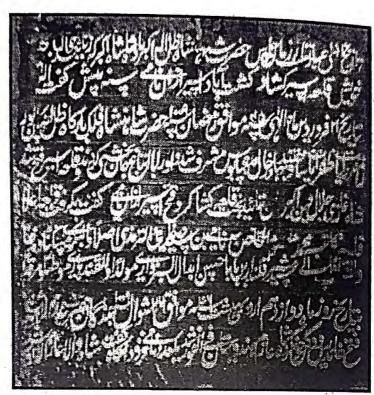
☆ برہانپور: جامع مسجد کے مینار کے نچلے حصہ میں اکبر کے دور کا کتبہ
جس میں اسیر گڑھ کی فتح کا ذکر ہے☆

☆اسیر گڑھ : قلعہ سے اکبر کے دور کا ایک کتبہ جو ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۱ء) کا ہے۔☆

☆ برہانپور: ۱۰۲۷ھ جہانگیری عہد کا کتبہ
جس میں خانخاناں نے سرائے کی تعمیر کی اس کا ذکر ہے۔☆

☆ اسیر گڑھ: شاہجہاں کے دور کا کتبہ جو دِکرم سال، سن جلوس ۲۷
۱۰۶۳ھ کی تاریخ کے ساتھ ہے۔ قلعہ دار منوہر داس گوڑ☆

☆اسیر گڑھ: قلعہ کے ایک برج کا کتبہ، اس میں منوہر داس گوڑ کی قلعہ داری کا ذکر ہے۔ وہ عہد شاہجہاں میں ۱۰۶۵ھ (۵۵-۱۶۵۴ء) میں اس قلعہ پر متعین تھا۔☆
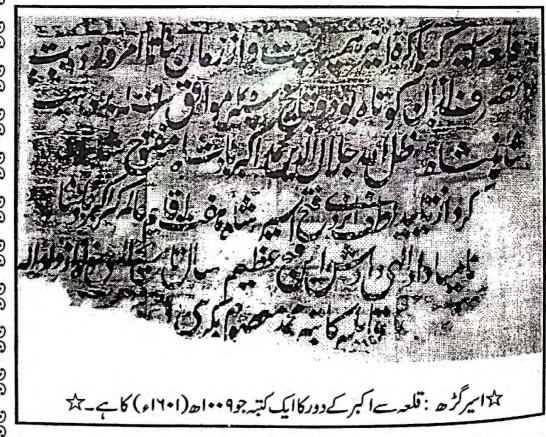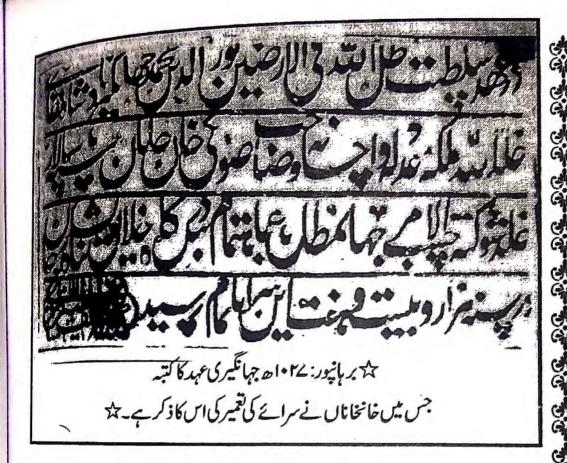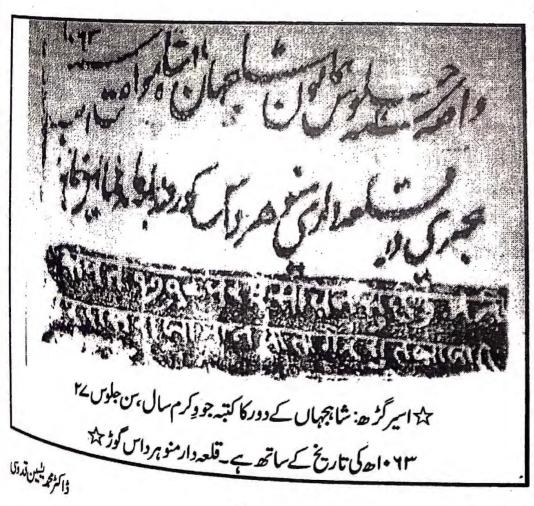
☆ اسیر گڑھ: قلعہ کا ایک کتبہ جو اکبری دور سے متعلق ہے۔ ہجری سال ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۱ء)، اکبر لاہور کی طرف عازم سفر ہوا اس کا ذکر ہے۔☆
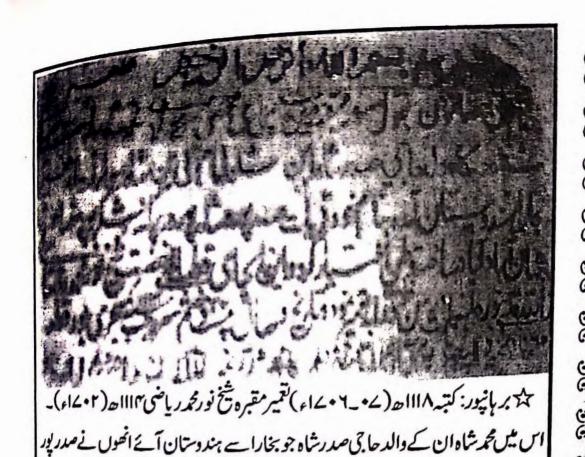
☆ برہانپور: کتبہ ۱۱۱۸ھ (۰۷-۱۷۰۶ء) تعمیر مقبرہ شیخ نور محمد ریاضی ۱۱۱۴ھ (۱۷۰۲ء)۔
اس میں محمد شاہ ان کے والد حاجی صدر شاہ جو بخارا سے ہندوستان آئے انھوں نے صدر پور
اور شاہ پور نامی گاؤں پرگنہ شکر پور نزد شاہجہاں آباد بسائے۔

☆ اسیر گڑھ: قلعہ کا شاہجہاں کے دور کا
۱۰۳۷ھ کا کتبہ، اس میں منزل دلکش یعنی
کسی خاص عمارت کی تعمیر کا ذکر ہے۔☆
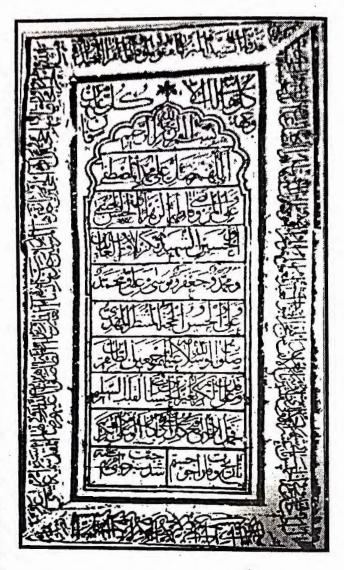
☆ برہانپور: حافظہ مریم صاحبہ کی وفات کا کتبہ، محترمہ کا وصال ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۸ء) میں ہوا۔ ☆

توپ ہیبت الملک

اسیر گڑھ: توپ کا کتبہ ۱۰۷۴ھ (۶۴-۱۶۶۳ء) کا یہ کتبہ اورنگ زیب کے عہد کا ہے۔ اس کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیبت الملک نامی اس توپ کے بنانے والے کا نام محمد حسین عرب تھا۔ اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اس میں ۳۵ آثار، ۱۲ اسیر وزن شاہجہانی بارود کے استعمال کی اہل ہے۔ فی الحال یہ توپ راج بھون یعنی گورنر ہاؤس ناگپور میں محفوظ حالت میں موجود ہے اور وہاں کی زینت بنی ہوئی ہے جسے انگریزوں نے اپنے دور میں اسیر گڑھ برہانپور سے ناگپور منتقل کیا تھا۔

برہانپور، اسیر گڑھ، زین آباد، ملھیر اور گل آراء کی تاریخی تعمیرات، مساجد اور مقبرے وغیرہ کی تصویری جھلکیاں

☆ برہانپور: بی بی صاحبہ کی مسجد ☆

☆ برہانپور: بی بی صاحبہ کی مسجد گنبد کے ساتھ کا منظر ☆

☆ برہانپور: شاہی حمام خانہ برہانپور ☆

☆ قلعہ اسیر گڑھ: فاروقی حکمران خاندیش کے دور کی تاریخی مسجد سے صحن سے متصل منظر

☆ قلعہ اسیر گڑھ : فاروقی دور کی جامع مسجد کا بیرونی منظر ☆

☆ گل آراء/ گلارا : تاریخی عمارت اور اس سے متصل پانی کی روانی کا منظر ☆

☆ گل آراء/گلارا : تاریخی عمارت اسی کے پاس سے جھرنے کی شکل میں پانی کی روانی دیکھی جاسکتی ہے۔☆

☆ زین آباد : آہوخانہ کی شاندار عمارت

☆ برہانپور : مقبرہ شاہ نواز خان ۔ تعمیر عہد مغلیہ ☆

☆ ملھیر: مقبرہ حضرت سید احمد شطاریؒ ☆

☆حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ کے کئی مکتوبات عبد الرحیم خانخاناں کے نام ملتے ہیں۔ حضرت کی وفات سرہند پنجاب میں ہوئی۔ وہیں آپ کا مقبرہ مرجع خلائق ہے۔

☆ برہانپور: فاروقی حکمراں عادل خان کا مقبرہ☆

وصال ممتاز محل، برھانپور اور تاریخی پس منظر

شاہ جہاں نامہ کے مصنّف محمد صالح جنھیں ملا محمد صالح بھی کہتے ہیں اس کتاب کا اردو ترجمہ یعنی تلخیص ممتاز لیاقت نے فرمائی الحسنات بکس، دریا گنج نئی دہلی ۲ نے اسے ۲۰۱۲ میں منظر عام پر لایا۔ اس تاریخی کتاب میں ممتاز محل کی وفات کا ذکر ملتا ہے۔ قبل اس کے ممتاز محل کی وفات کا ذکر کیا جائے یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ ممتاز محل کا قیام خاندیش صوبہ کی راجدھانی برہانپور میں تھا اور شاہ وقت شاہ جہاں بھی اسی شہر میں مقیم تھے۔ خاندیش مغلوں کے وقت ایک صوبہ تھا لیکن اس سے قبل وہ فاروقی حکمرانوں کے تحت آزاد حکومت یعنی Kingdom of Khandesh تھی۔ پہلا حکمران ملک راجہ تھا جس نے ۱۳۸۲ء تا ۱۳۹۹ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد نصیر خان ۱۳۹۹ء تا ۱۴۳۷ء عادل خان اول ۱۴۳۷ء تک ۱۴۴۱ء، مبارک خان اول ۱۴۴۱ء تا ۱۴۵۷ء، عادل خان دوم ۱۴۵۷ء تا ۱۵۰۳ء، داؤد خان ۱۵۰۳ء تا ۱۵۰۸ء، عادل خان سوم ۱۵۰۸ء تا ۱۵۲۰ء، میران محمد شاہ فاروقی ۱۵۲۰ء تا ۱۵۳۷ء، احمد ۱۵۳۷ء، میران مبارک خان فاروقی ۱۵۳۷ء تا ۱۵۶۶ء، میران محمد فاروقی ۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۶ء، راجہ علی فاروقی ۱۵۷۶ء تک ۱۵۹۷ء اور بہادر فاروقی ۱۵۹۷ء تک ۱۶۰۱ء اس کے حکمران ہوئے۔ پہلے تھالینر Thalner اور بعد میں اسیر گڑھ برہانپور ان کا پایۂ تخت رہا۔ فاروقی حکمرانوں نے تھالینر سے اسیر گڑھ برہانپور کو جب سے دار الحکومت کا درجہ دیا

اس کے بعد برہانپور نے بے حد ترقی حاصل کی۔ یہ تجارتی شہر بن گیا۔ بزرگان دین کی اقامت گاہ بھی رہا۔ بادشاہوں اور صوبہ داروں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عہدہ داروں کا مسکن بھی رہا۔ مساجد، عیدگاہ اور مقابر بھی تعمیر ہوئے۔ اسیر گڑھ اور برہانپور کی مساجد فاروقی دور کی شاندار تعمیرات میں شمار ہوتی ہیں۔

اکبر کا خاندیش پر حملہ:

برار یعنی وِدربھ صوبہ خاندیش سے پہلے مغلوں کا ایک صوبہ بن گیا اس کے بعد خاندیش پر اکبر نے حملہ کیا اور ستمبر ۱۵۹۹ء میں اس حکومت پر قبضہ کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ امراء کو اسیر گڑھ قلعہ پر قبضہ میں لینے کے لیے حکمت عملی تیار کی۔ اسی کے ساتھ ساتھ ابوالفضل کو پورے خاندیش پر نظر رکھنے کی ہدایت کی اور اکبر بذات خود اسیر گڑھ پر قبضہ کے لیے اس کے نواح میں پہنچ گیا۔ جون ۱۶۰۰ء میں اسیر گڑھ کے ایک حصہ جو ساپن پہاڑ Sapan Hill سے متعلّق تھا۔ اس پر مغلوں نے قبضہ حاصل کر لیا۔ دھلیہ سے قریب للنگ Laling قلعہ کو ۱۳ اگست ۱۶۰۰ء میں مغلوں نے اپنے تابع کر لیا۔ اسیر گڑھ کے ایک حصہ مالی گڑھ پر بھی ۹ دسمبر ۱۶۰۰ء میں مغلوں نے اپنا کنٹرول حاصل کر لیا اور آخر کار فاروقی حکمراں بہادر خان نے مغلوں کے آگے اپنی شکست ۱۷ر جنوری ۱۶۰۱ء میں تسلیم کر لی۔ اکبر اس کامیابی پر بے حد خوش تھا اور خاندیش پر مغلوں کے قبضہ کی خوشی کا اظہار مختلف مقامات پر فارسی میں کتبات سے لگایا جاسکتا ہے جو آج بھی تاریخی عمارتوں پر موجود ہیں۔ اسیر گڑھ خاندیش پر قبضہ کی حقیقت برہانپور اور اسیر گڑھ میں میر محمد معصوم نامی کے کتبات تاریخ کا حصہ بن کر اکبر

کی یہاں آمد اور خاندیش کو داندیش کا نام دے کر مغلوں کے دور کے آغاز کی داستان بیان کرتے ہیں۔

مغل تاجدار اکبر تا نظام حیدر آباد اوّل:

۱۶۰۵ء میں اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر کا دور شروع ہوا جو ۱۶۲۸ء تک جاری رہا۔ ۱۶۲۸ء سے شاہ جہاں کا دور شروع ہوا جو ۱۶۵۸ء تک اور اس کے بعد اورنگ زیب کی حکومت ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک جاری رہی۔ ۱۷۲۴ء میں نظام اوّل نے اپنی دکن میں حکمرانی قائم کی جو ۱۷۴۸ء تک جاری رہی۔ ان تمام کے دور حکومت میں برہانپور کا نمایاں مقام رہا۔ شاہ جہاں کی شریک حیات ممتاز محل بھی اسی شہر میں قیام پذیر تھی اور اس کا وصال بھی برہانپور میں ہی ہوا، بھلے ہی اس کی تدفین پہلے زین آباد نزد برہانپور میں ہوئی اور بعد میں آگرہ جہاں اب تاج محل موجود ہے۔

وفات ممتاز محل برہانپور، مدفن اول زین آباد نزد برہانپور:

ملا محمد صالح کے شاہ جہاں نامہ کے مطابق جس وقت شاہ جہاں کا آفتاب دولت و اقبال اپنے عروج پر تھا ان کی شریک حیات ممتاز محل ہمیشہ کے لیے داغ جدائی دے گئی۔ ممتاز محل کی وفات ملا محمد صالح کے مطابق ۱۷/ذیقعدہ ۱۰۴۰ھ بدھ کی رات پچھلے پہر واقع ہوئی۔ منگل کے دن انھیں وضع حمل کی تکلیف شروع ہوئی۔ دردزہ بڑھتا ہی گیا اور اسی میں ایک شہزادی کی ولادت ہوئی۔ ممتاز محل کی حالت بگڑتی ہی گئی۔ شاہ جہاں کو اس کی اطلاع دی گئی کہ ملکہ موت کے قریب ہے۔ شاہ وقت ممتاز محل کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی یہ آخری ملاقات اور دیدار کی گھڑی ثابت ہوئی۔ ممتاز

محل بہر حال اس قابل تھی کہ وہ شاہ جہاں سے اپنی خواہش یا وصیت کے بارے میں کچھ کہہ سکے۔ یعنی (۱) میرے والدین کے ساتھ ہمیشہ مہربانی کا برتاؤ رکھنا۔ (۲) میری اولاد کے ساتھ بھی مہربانی سے پیش آتے رہیں۔ اسی حالت میں تین گھڑی رات کے وقت ملکہ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا رخ کیا۔ ممتاز محل کی وفات پر کہرام مچ گیا۔ شاہ جہان کا سکون قلب جاتا رہا۔ امور سلطنت سے کنارہ کش ہو گئے۔ وفات ممتاز محل ان کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ثابت ہوا۔ شاہ جہان نے ممتاز کی وفات کے بعد سالہا سال تک رنگین لباس اور عطریات کو اپنے سے دور رکھا۔ عیدیں آئیں مگر شاہ جہاں کے لیے بے کیف ثابت ہوتیں...... عیش و عشرت ترک ہوا اور آنکھوں سے ہمیشہ آنسو جاری رہتے۔

بطور امانت سپرد خاک زین آباد:

دریائے تاپتی سے متصل یعنی برہانپور کے دوسرے کنارے پر زین آباد میں ممتاز محل کی تدفین عمل میں آئی۔ ملکہ کو بطور امانت وہاں سپرد خاک کیا گیا تھا۔ جمعرات کے دن شام کے وقت پھر شاہ جہان ممتاز محل کے مرقد پر حاضر ہوئے۔ آنسوؤں سے مرقد کو تر کیا۔ فاتحہ پڑھی اور صدقات و خیرات کے بعد وہاں سے واپس ہوئے۔ ہر جمعرات کو شاہِ وقت شاہ جہاں ممتاز محل کے مرقد پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے۔ سفید لباس میں ذیقعدہ کا مہینہ گزرا۔ ان کے ہم نشین بھی وہی لباس اختیار کرتے جو پوشاک یعنی سفید لباس شاہ جہان استعمال کرتے۔ ممتاز محل کی تاریخ وفات کا یہ مصرع بڑا ہی روح پرور اور دلوں کی ترجمانی کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

جائے ممتاز محل جنت باد

۱۰۴۰

''غم'' سے بھی مادہ تاریخ وفات ۱۰۴۰ھ حاصل ہوتا ہے۔
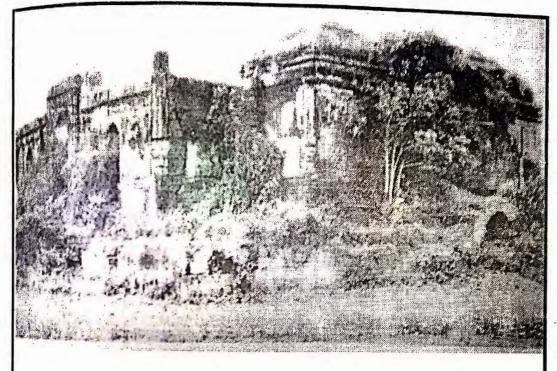
☆ زین آباد : پاین باغ مرقد اوّل ممتاز محل جسے ویران تاج محل کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے☆

نعش برہانپور سے آگرہ منتقل:

زین آباد میں تدفین بطور امانت تو ہو چکی تھی مگر چھ مہینہ بعد شاہ شجاع شہزادہ کو نعش ممتاز محل کو آگرہ پہنچانے کا حکم ملا۔ جب ملکہ کا تابوت روانہ ہوا تب اس کے ساتھ وزیر خان اور ستی بیگم جو ملکہ صاحبہ کی وکیل اور خدمت خاص پر متعیّن تھیں شاہ شجاع کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس طرح ممتاز محل کا تعلّق برہانپور۔ زین آباد سے ظاہری طور پر ختم ہو گیا مگر وہ تاریخ میں اپنا مقام ہمیشہ کے لیے درج کر گئیں کہ ان کا

پہلا مدفن برہانپور زین آباد تھا اور دوسرا اور آخری مدفن آگرہ میں ہے جہاں تاج محل کی تعمیر ہوئی وہ وہاں اپنے شوہر کے ساتھ پھر یکجا ہیں یعنی شاہ جہاں اور ان کی اہلیہ ممتاز محل دونوں کی قبریں ایک ہی جگہ ساتھ ساتھ ہیں۔ مقبرہ سیاحوں کا مرکز ہے۔ یہ جگہ آج بھی آباد ہے اور بارونق۔ یہاں ویرانی کو بالکل دخل نہیں۔ عام ہوں یا خاص سرکاری عہدہ دار ہوں یا سربراہِ مملکت تاج محل کا دیدار کرنے آتے ہیں اور حکومت ہند کا محکمہ آثار قدیمہ اس کے وجود کی دیکھ ریکھ کرتا ہے۔ محکمہ کا دفتر آگرہ میں ہی ہے۔ میں بھی اسی محکمہ میں ناگپور میں متعیّن رہتے ہوئے اور بعد میں بھی بطور انکوائری آفیسر اس مقبرہ میں حاضر ہوا اور ممتاز محل اور شاہ جہاں کی اصلی قبور پر جا کر معائنہ بھی کیا۔ ان دونوں کی قبروں پر ان کے نام کے ساتھ کتبات بھی فارسی میں موجود ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ برہانپور سے آگرہ جانے والی شاہراہ مغلوں کے دور میں موجود تھی اور اکثر بیرونی تاجر بھی اسے استعمال کرتے تھے۔ برہانپور سے شروع ہو کر اسیر گڑھ، پھر ھنڈیہ اس کے بعد سیہور، سرونج، کولارس، نرور، گوالیار، دھول پور اور آگرہ تک اسی راہ سے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح برہانپور سے اورنگ آباد اور برہانپور سے ناندوربار سورت تک بھی سڑک موجود تھی اور آج بھی اس سڑک کا راستہ موجود ہے۔ برہانپور سے ایلچپور (اچل پور برار، ودربھ) بھی بذریعہ شاہراہ منسلک تھا اور آج بھی قدیمی راستہ سے ہی آمد ورفت ہوتی ہے۔ برہانپور اور حیدر آباد شاہراہ بھی اہم تھی۔ آج بھی برہانپور حیدر آباد بذریعہ ریل اور سڑک سے منسلک ہے۔

☆ برہانپور خاندیش کا آگرہ، سورت، اورنگ آباد اور حیدر آباد سے بذریعہ شاہراہ رابطہ ☆
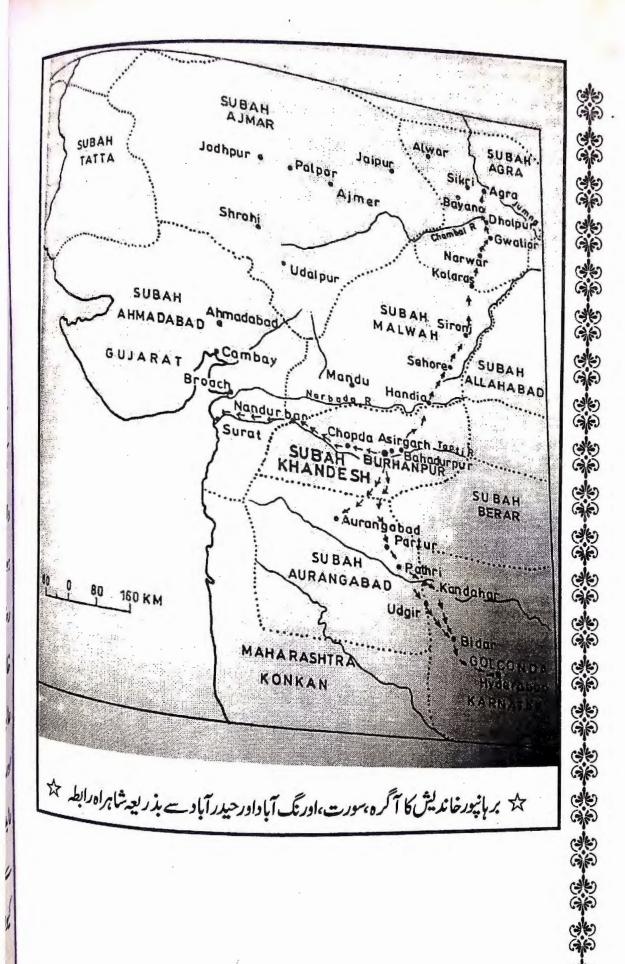
اگر برہانپور جی ٹی شاہراہ پر واقع ہوتا

بہت پہلے بی بی سی، اردو سروس، بش ہاوس لندن، ڈبلیوسی ۲ سے ریڈیائی دستاویزی پروگرام نشر ہوا کرتا تھا جسے رضا علی عابدی صاحب نے ترتیب دیا تھا اس پروگرام کا نام جرنیلی سڑک تھا۔ رضا علی عابدی نے پشاور سے کلکتہ تک کی شاہراہ جسے جی ٹی روڈ کہا جاتا ہے کہ تمام شہروں، مقامات اور آثار قدیمہ پر روشنی ڈالی تھی۔ ان کا یہ سفر اس شاہرہ پر ۱۹۸۵ء میں شروع ہوا تھا۔ اس پروگرام میں دلچسپ معلومات شامل کی گئی تھیں جو ہندوستان کی تاریخ اور وراثت کا حصہ ہیں۔ اگر برھانپور اسی شاہراہ پر واقع ہوتا تو یقیناً رضا علی عابدی صاحب کی ملاقات شہزادہ محمد آصف خان غوری سے ہوتی اور برھانپور شہر و اطراف کے علاقوں اور تاریخی مقامات کا جائزہ پیش ہو جاتا اور رضا علی عابدی ممتاز محل کے مدفن اول یعنی ویران تاج محل تک پہنچ جاتے اور آصف خان غوری وہاں کی تاریخ پر اپنے تاثرات بھی بیان کرتے۔ اس کے علاوہ اگر رضا علی عابدی کو موقع ملتا اور منظوری حاصل ہو جاتی تو وہ آگرہ سے بمبئی روڈ کا بھی جائزہ لیتے اور اہم تاریخی عمارتوں پر روشنی ڈالتے۔ اسی روڈ پر برھانپور بھی واقع ہے۔ رضا علی عابدی کی ملاقات آصف خان صاحب سے بھی ہوتی۔ رضا علی عابدی آصف صاحب سے ضرور سوال کرتے کہ آپ ویران تاج محل کے لیے اتنے بے چین اور جذباتی کیوں ہیں۔ تب آصف خان صاحب جواب دیتے کہ ملکہ ہندوستان ممتاز محل کا یہ

عارضی مدفن مع عمارت و مسجد کے موجود ہے۔ چھ ماہ تک اسی مقام پر مدفون رہیں اس کے بعد ان کی نعش کو صحیح اور سلامتی کے ساتھ آگرہ منتقل کیا گیا۔ تاج محل آگرہ میں انھیں دفن کیا گیا۔ مدفن اول مع آثار کے ہماری تاریخ اور وراثت کا حصہ ہے۔ اسے بھی محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند اپنی تحویل میں لے اور اس کی حفاظت کرے اور اس کی عظمت کو بحال رکھے۔ برھانپور زین آباد کا ویران تاج محل نہ صرف مدھیہ پردیش اور برھانپور کی تاریخ کا حصہ ہے بلکہ عہد مغلیہ کی تاریخی یادگار اور پورے ہندوستان کی تاریخ سے وابستہ ہے۔

مدفن اول جہاں اللہ کی رحمت برستی ہے:

زین آباد برھانپور جہاں ممتاز محل کا مدفن اول ہے او ویران تاج محل موجود ہے بھلے ہی سیاحوں کی نظروں سے دور ہے اور توجہ کا مرکز نہیں لیکن وہاں ممتاز محل کی تدفین کے بعد جو سرکاری یا غیر سرکاری عملہ متعیّن رہا ہو وہاں ایصال ثواب کا عمل برابر جاری رہا۔ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی۔ وہیں مسجد میں بھی نماز ادا ہوتی اور اذکار کا عمل جاری رہتا۔ اسی لیے مدفن اول ممتاز محل آج بھی پر کشش ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہاں آج بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ وحشت و نحوست وہاں سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ ''روح زندگی کے سوا ایک شئے ہے اور زندگی اس کے بغیر نہیں پائی جاتی اور روح جسم کے بغیر نہیں پائی جاتی اور دونوں میں کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائی جاتی۔''

''نیک و متقی حضرات کے جسموں کی روحیں آسمان کے نیچے اعمال صالحہ کے باعث خوش

اور طاعت الٰہی میں مسرور ہو کر اس کی طاقت سے چلتی ہیں۔'' کشف المحجوب از داتا گنج بخش، سال اشاعت ۱۹۸۸ء، صفحات ۳۸۰، ۳۸۴ وغیرہ۔ چنانچہ اس حقیقت کی روشنی میں آج بھی وہاں جانے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روحانی اعتبار سے ممتاز محل کا رشتہ اس ویران تاج محل اور برہانپور سے برابر قائم ہے۔ مجھے بھی کئی بار وہاں حاضری کا موقعہ مل چکا ہے۔

جمیل اصغر برہانپوری فرماتے ہیں:

ہاں اسی شہر میں رہتا ہے اک آوارہ منش — نام رکھتا ہے جو شہزادہ محمد آصف
جشن کرتا ہے وہ ہر سال بنام ممتاز — حوصلوں اور ارادوں کا سفر جاری ہے
اس صعوبت کی گذرگاہوں پہ تھکنا کیسا — سالہاسال سے یادوں کا سفر جاری ہے

ڈاکٹر واصف خان یآر برہانپوری کے مطابق ممتاز محل کا مقام:

تم ہی مقبول ہو گھرانے میں — بلکہ مقبول ہو زمانے میں
وہاں ہمایوں کا مقبرہ ویراں — اور یہاں پر سکندرا ویراں
نہ تو بابر کا عرس ہوتا ہے — نہ ہی اکبر کا عرس ہوتا ہے

شاہ جہاں کے حکم کے مطابق:

اور پھر میں برہان پور گیا — جسم ممتاز آگرہ لایا
جسم کو تو میں یہاں پہ لے آیا — روح لیکن وہیں پہ چھوڑ آیا
ختم ہوتی ہے زندگی واصفؔ — روح مرتی نہیں کبھی واصفؔ
جن کے روحانی ہوتے ہیں جذبے — وہ کبھی مر کے بھی نہیں مرتے

۲۰۱۹ء میں گولڈن جوبلی ممتاز محل فیسٹیول میں مجھے بھی اپنے دوست غریب اللہ کے ساتھ شرکت کا موقع ملا اور ہم نے تمام تقریبات میں حصہ بھی لیا۔

ممتاز سے بھی، شہر سے بھی عشق ہے جنھیں ہے خوب اے حفیظ یہ آصف کی کوششیں

(عبدالحفیظ برہانپوری)

ممتاز محل اور شاہجہاں کے متعلق جاوید انصاری کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تاپتی کے اس طرف ہے آہو خانے کا مقام باغ زین آباد کی تاریخ میں ہے جسکا نام

بانی اُس کا یعنی اکبر کا خلف شاہجہاں فطرتاً وہ تھا فن تعمیر کا بھی قدر داں

ایک عمارت اس نے بنوائی تھی ایسی مستطیل اونٹ کے کوہان جیسی چھت تھی اسکی بےبدیل

سامنے اسکے شکستہ چھت کی ہے بارہ دری دورِ ماضی کی نمایاں اسمیں ہے صنعت گری

تھی یہیں ممتاز اور شاہجہاں کی سیرگاہ دونوں بہلاتے تھے دل آکر یہاں صبح و مسا

ناگہاں دور فلک نے عیش کی الٹی بساط دیکھتے ہی دیکھتے برہم ہوئی بزم نشاط

قلعہ شاہی میں جب بیمار بیگم تھی مقیم تھے معالج ملکہ ممتاز کے نامی حکیم

نس قشب کے گوہر آرا کی ولادت جب ہوئی درد کی اس کے شکم میں ٹیس اک اٹھنے لگی

وقت آخر یہ وصیت کی تھی اس نے شاہ سے یہ گذارش ہے میری سلطان عالی جاہ سے

مقبرے کی میری ہو ایسی عمارت لاجواب سارے ہندوستان میں ممکن نہ ہو جسکا جواب

شاہ نے تکمیل وعدہ کا دلایا جب یقیں چند سانسیں لیکے رخصت ہوگئی وہ مہ جبیں

دوسرے دن لاش آہو خانہ پہنچائی گئی صحن گلشن کے شمال رخ وہ دفنائی گئی

چھ مہینے تک وہاں پر دفن تھی وہ ملکہ بعد میں تابوت اس کا آگرہ بھیجا گیا

مقبرے کی ہوگئی تعمیر ایسی دل پذیر ہند تو کیا ساری دنیا میں نہیں جسکی نظیر

تاج کے دیوار و در سے اب بھی آتی ہے صدا سال رحلت لفظ غم سے ہے عیاں ممتاز کا

ممتاز محل فیسٹیول گولڈن جوبلی تقریبات جون ۲۰۱۹ء

شہزادہ محمد آصف خان غوری:

شہزادہ محمد آصف خان غوری برہانپوری کی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں۔ آپ کا نام صرف برہانپور تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ممبئی، کلکتہ، بھوپال، ناگپور، آکولہ، مالیگاؤں، دھلیہ، بھساول، رادی، چوپڑا، کامٹی، رام پور یوپی، پٹنہ بہار، مدراس، تامل ناڈو، گوا، دہلی اور پونا وغیرہ میں بھی لیا جاتا ہے۔ ویران تاج محل نامی مجلّہ جس کی اشاعت ۲۰۱۴ء میں ہوئی آپ اس کے مرتب تھے اور آپ نے ہی اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا اور منظر عام پر لے آئے۔ اس مجلّہ کی بدولت شہزادہ محمد آصف خاں کی گوناں گوں خصوصیات منظر عام پر آئیں۔ ویران تاج محل دراصل ممتاز محل یعنی شاہ جہاں کی شریک حیات کا قیام برہانپور میں، وفات برہانپور میں اور مرقد اول، مدفن اول زین آباد برہانپور میں منظر عام پر لاکر بڑا تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ ممتاز محل کے مدفن اول سے ہمارے ملک کے عوام بخوبی واقف ہوئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی گراں قدر خدمات جو ممتاز محل فیسٹیول سے وابستہ ہیں منظر عام پر آئیں۔ آپ ممتاز محل فیسٹیول کے بانی اور روح رواں ہیں۔
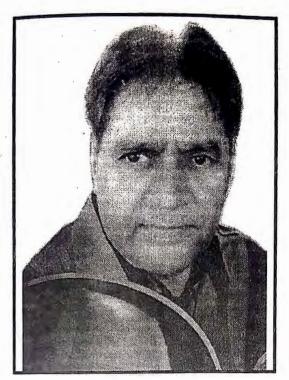
محمد آصف خان غوری

محمد آصف خاں مقبول عام شخصیت:

شہزادہ محمد آصف خان غوری سے میری ملاقات پچھلے کئی سالوں سے رہی ہے۔ میں ان کی رہائش گاہ واقع قدیم محلّہ خانقاہ، نزد پل کا مدرسہ یعنی گاندھی چوک میں کئی بار حاضر ہو چکا ہوں۔ میں ان کا مہمان بنتا رہا۔ آپ اپنے ملنے جلنے والوں، شعرائے کرام، علمائے ذی وقار، صوفیائے بلند مقام، علم وادب وتاریخ کے ماہرین وغیرہ کو آپ اپنی رہائش گاہ اشرف کمپلیکس میں مدعو کرتے اور پھر میرا تعارف پیش کرتے۔ سب کے لیے خاطر مدارات کا انتظام بھی ہوتا۔ اس طرح دور حاضر میں دربار آصف منعقد ہو جاتا۔ آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو بھی سامنے آتے اور عوامی طور پر آپ کس قدر مقبول ہیں اس کا منظر سامنے آجاتا۔

ماہر آثار برہانپور:

برہانپور بڑا تاریخی شہر ہے۔ ممتاز محل شریک حیات شاہجہاں بادشاہ ہندوستان کا وصال اسی شہر میں ہوا۔ ممتاز محل کی رحلت اسی تاریخی شہر برہانپور میں ۷؍ جون ۱۶۳۱ء میں ہوئی۔ تاپتی ندی کے ایک کنارے پر برہانپور آباد ہے اور دوسرے کنارے پر زین آباد۔ ممتاز محل کا مدفن اول زین آباد میں ایک قدیم عمارت میں واقع ہے۔ اس مدفن پر جو عمارت موجود ہے اب وہ خستہ حالی کا شکار ہے۔ ۱۶۳۱ء سے لے کر آج تک عمارت و قبر ممتاز محل لاپرواہی کا شکار رہی۔ باہر کے لوگ اور سیاح جو برہانپور آتے رہے شہر برہانپور کی تاریخی عمارتوں، مقبروں اور مساجد کو دیکھ کر واپس ہو جاتے اور اگر ممکن ہوتا تو مرقد ممتاز محل یعنی ویران تاج محل پر بھی حاضری دیتے کہ ملکہ ہندوستان اس مقام پر چھ مہینوں تک مدفون رہی لیکن ہر موسم میں وہاں تک جانا سب کے بس کی بات نہیں تھی۔ آج بھی شہزادہ محمد آصف خان غوری جب بھی موقع ملتا ہے وہ وہاں تک جاتے ہیں اور اپنے مہمانوں کو بھی ویران تاج محل تک لے جاتے ہیں۔ آپ برہانپور کی تاریخی عمارتوں، فن تعمیر اور تاریخی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں اور ماہر آثار دارالسرور برہانپور ہیں۔

شہزادہ محمد آصف نے ''ویران تاج محل'' کو منظورِ نظر کر دیا:

شہزادہ محمد آصف خان غوری کو اس بات کا ملال ہے کہ ممتاز محل جو برہانپور میں ملکہ بن کر اس شہر کی زینت رہی اور اسی شہر میں اس کا وصال ہوا اور اس کا عارضی مدفن بھی یہیں ہے اس مقام کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ لوگ چاہتے ہوئے بھی اس

عارضی مدفن پر جانے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہاں تک جانکے راستہ نہایت خراب ہے چناچہ آپ نے ممتاز محل کے مدفن اول کے تعلق سے برھانپور کے شہریوں میں بیداری کی لہر پیدا کی، تمام اخبارات میں ویران تاج محل کی خراب حالت اور سیاحوں کو ہونے والی تکالیف کی خبریں شائع کرواتے رہے۔ نامہ نگاروں کو وہاں تک لے جاتے اور مدفن اول یعنی ویران تاج محل کی تصاویر اخبارات کی زینت بن کر عوامی بیداری کا سبب بنتی رہیں۔ آپ نے ویران تاج کی تاریخی اہمیت کو اجاگر بھی کیا، آگرہ میں تاج محل سے سبھی لوگ بخوبی واقف ہیں لیکن اس مقام پر موجود ویران تاج محل سے ہندوستانی عوام واقف نہیں۔ ممتاز محل کی قبر اول اور وہاں بنی ہوئی عمارت شکستہ ہوتی جارہی ہے اس کی ریکھ دیکھ نہ صوبائی محکمہ آثار ہند کرتا ہے اور نہ ہی مرکزی محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند۔ آصف خان کی تحریک، جدوجہد اور حقائق سے واقفیت کرانے، ضلع کلیکٹر سے لے کر مرکزی حکومت کے اہم عہدہ داران سے ملتے رہے۔ میمورنڈم یعنی یادداشت سونپتے کہ ویران تاج پر توجہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں انھیں اب تک بڑی حد تک کامیابی بھی مل چکی ہے اور ممتاز محل فیسٹیول کے ذریعہ ان کا مشن آگے بھی بڑھ رہا ہے۔

ممتاز محل فیسٹیول کا آغاز:

محمد آصف خان نے ممتاز محل فیسٹیول کا آغاز کیا۔ ۷ر جون کو ہر سال آپ اس کا اہتمام کرتے ہیں اسی تاریخ کو یعنی ۷ر جون ۱۶۳۱ء میں ممتاز محل کا وصال ہوا تھا اور اسے عارضی طور پر زین آباد برھانپور میں دفن بھی کیا گیا تھا۔ جناب آصف خان

کے ممتاز محل فیسٹیول کے آغاز کرنے میں اہل برھانپور، حکام اور آثار سے دلچسپی رکھنے والوں اور تنظیموں کا تعاون ملا۔ ہندو ہوں یا مسلمان سبھی نے دست تعاون بھی آگے بڑھایا۔ مدفن اول ممتاز محل سے ہر خاص و عام واقف ہوتا چلا گیا۔ خصوصاً نئی نسل کے لوگ بھی بخوبی واقف ہوئے کہ ویران تاج کی کیا حقیقت و اہمیت ہے۔ واضح رہے کہ ۷/جون ۱۶۳۱ء میں ممتاز محل کی وفات ہوئی تھی۔

گولڈن جوبلی تقریبات ۲۰۱۹ء:

۱۷ جون ۲۰۱۹ء ممتاز محل فیسٹیول کی تقریبات کا گولڈن جوبلی سال تھا۔ آصف خان صاحب اسے کامیاب بنانے میں ہمہ وقت مصروف کار رہے۔ اس گولڈن جوبلی ممتاز فیسٹیول سال کو یادگاری بنانے میں آپ کا بڑا کلیدی رول رہا۔ میڈیکل چیک اپ کا انقعاد بھی جس میں زچہ بچہ کا فری میڈیکل چیک اپ رکھا گیا۔ مفت دوائیاں بھی دیئے جانے کا انتظام تھا۔ ماہرین ڈاکٹروں کے مشورے بھی شامل رہے کہ حمل کے دوران ہونے والی دشواریوں پر کس طرح قابو پایا جائے۔ بی پی B.P. کو بڑھنے سے روکا جائے۔ ممتاز محل کی وفات بھی زچگی سے منسلک تھی کہ عورتوں کو اس سلسلہ میں بیدار کیا جائے کہ انھیں کن کن باتوں پر دھیان دینا ہے اور عمل کرنا ہے اور کون سی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ بہرحال اس مقصد کے لیے میڈیکل کیمپ گولڈن جوبلی تقریبات کا اہم حصہ تھا۔

قومی یک جہتی اور امن وامان کے لیے مخصوصی اجتماعی دعائیہ جلسہ:

۱۷ جون ۲۰۱۹ء کے دن قومی یک جہتی اور امن امان کے لیے خصوصی دعائیہ جلسہ سے قبل صبح سیمینار بھی منعقد ہوا جس میں تحقیقی مضامین اور مقالات پیش کیے گئے کہ برھانپور کی کیا اہمیت ہے۔ مدفن ممتاز محل یعنی ویران تاج محل کے تعلق سے بھی اظہار خیال ہوا۔ محمد آصف خان غوری نے بھی ممتاز محل فیسٹیول پر اپنا اظہار خیال و تاثرات پیش کیے۔

ممتاز محل یعنی ویران تاج میں ملکہ کی قبر پر قرآن خوانی، دعا اور ایصال ثواب کا عمل پورا ہوا۔

آصف خان غوری کا مشن:

پچھلے ۵۰ سالوں سے شہزادہ محمد آصف خاں غوری کا مشن یہ رہا ہے کہ ویران تاج یعنی مدفن اول ممتاز کی اہمیت کو پوری طرح عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ وہاں قبر اور اس کے ملحقہ عمارت اور مسجد کا تحفّظ کیا جائے۔ وہاں تک رسائی کو آسان بنایا جائے۔ صوبائی اور مرکزی حکومت اس آثار کی ہر طرح حفاظت کرے۔ جو بھی نقصان ویران تاج کو ہو چکا ہے اسے آثار قدیمہ کے تحت مرمت و بحال کیا جائے۔ اس ویران تاج محل سے مدفن ممتاز محل یعنی ارجمند بانو بیگم سے شہزادہ محمد آصف کو اس حد تک جنون سوار رہتا ہے جو نہ صرف قابل تحسین وتعریف ہے بلکہ ان کے عزم محکم کا اظہار بھی ہے۔ ان کے مطابق یہ ہماری وراثت کا خاص مقام ہے۔ ممتاز محل خود تاریخ ہند کا حصہ ہے۔ خاندیش اور برھانپور کی خاص یادگار ہے۔ آصف خان صاحب غوری

کی زندگی کا آج بھی مقصد اور مشن ہے کہ ویران تاج محل کو اس کا جائز مقام حاصل ہو جائے۔ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات سے ویران تاج کو بڑی شہرت مل چکی ہے۔ آصف صاحب چاہتے ہیں کہ ویران تاج محل کا تحفظ کیا جائے۔ آثار قدیمہ ہی اسے بحال رکھ سکتا ہے۔
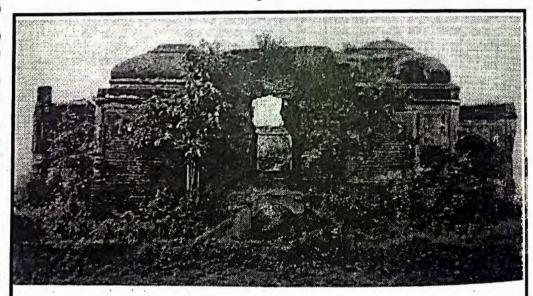
ممتاز محل

☆ برہانپور: زین آباد مرقد اول ممتاز محل جسے ویران تاج محل کہا جاتا ہے۔ اسی مقام پر ممتاز محل کی تدفین عمل میں آئی اور اس کے بعد اس کی نعش آگرہ منتقل کی گئی۔ ☆

درگاہِ حکیمی بوہرہ جماعت اور برہانپور

بوہرہ جماعت کا تعلّق برہانپور سے بہت گہرا ہے۔اس جماعت کے لوگ اس شہر کی زندگی اور کاروباری حیثیت میں بڑے فعال ہیں۔صدیوں سے یہ اس سرزمین کا حصہ ہیں۔بمبئی پریسیڈینسی Bombay Presidency کا گزیٹر نمبر XII متعلّق خاندیش جو ۱۸۸۰ء میں اس وقت کی حکومت نے شائع کیا اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ برہانپور میں بوہرہ جماعت کے بعض خاندانوں یا گھرانوں کا تعلّق گجرات سے ہے جو خاندیش کے مغربی حصوں میں آکر آباد ہوئے۔اس طرح برہانپور میں بھی ان کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔برہانپور میں اس جماعت کا دفتر ہے جو مذہبی رسوم شادی بیاہ کے معاملات کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے۔چونکہ اس وقت سورت گجرات میں ملاّ صاحب کا صدر دفتر ہوا کرتا تھا وہ اسی سے وابستہ تھے۔اسی گزیٹر میں مزید تفصیلات بھی درج ہیں جو اہم ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ برہانپور درگاہ حکیمی کے لیے دور دور تک مشہور ہے اور بوہرہ جماعت کے حضرات یہاں ضرور حاضری دیتے ہیں۔درگاہ حکیمی میں پہلا مرقد سیدی مولائی عبدالقادر حکیم الدین صاحب کا ہے۔آپ کی ولادت کا سن اور تاریخ ۱۴ر جمادی الاول ۱۰۷۷ھ ہے۔آپ کی ولادت رامپورہ میں ہوئی۔آپ سیدی ملا جان صاحب کے فرزندارجمند تھے۔آپ کے والد محترم سید ملا جان صاحب اپنے فرزند ارجمند سیدی مولائی عبدالقادر حکیم الدین صاحب کو احمد آباد میں سیدنا عبد الطیف ذکی الدین کی خدمت میں پیش کیا اور تعلیم و تربیت کے لئے انھیں کے حوالہ

کردیا۔ سیدنا کے فرزند سید صفی الدین صاحب نے ان کی تعلیم وتربیت پر خاص دھیان دیا اور اسے بحسن وخوبی پورا کیا۔ قرآن مجید حفظ کیا اور اللہ نے انھیں لحن داؤدی سے نوازا تھا چنانچہ تلاوت قرآن مجید بالکل لحن داؤدی میں فرماتے تھے جب یہ خبر عام ہوئی تب رامپورہ کے صاحب ریاست یعنی راجہ کو بھی اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی آپ سے قرآن مجید سیکھنے کا متمنّی ہوا۔ اس کی بات پوری کی گئی چنانچہ راجہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے ایک گاؤں بطور جاگیر سیدی مولائی عبدالقادر حکیم الدین صاحب کو دینے کا فیصلہ کیا اور عطا بھی کردیا گیا لیکن والد محترم سیدی ملا جان صاحب کی ہدایت کے مطابق جاگیر راجہ کو واپس کردی۔

سید قاسم خان زین الدین کی رحلت کے بعد آپ کو سیدنا اسمٰعیل بدرالدین صاحب نے ماذون دعوت کے عہدے پر مقرر کیا۔ ۱۱۴۲ھ میں دعوت کے عمل کو جاری رکھتے ہوئے آپ برہانپور تشریف لائے اور دو ماہ تک مومنین کی عملی تربیت وخدمت کرتے رہے۔ ۴ رشوال المکرّم کو سخت بیمار ہوئے اور ۵ شوال المکرّم ۱۱۴۲ھ بعمر ۶۵ سال برہانپور میں ہی رحلت فرمائی اسی شہر میں آپ کی تدفین کا عمل پورا ہوا۔ سیدنا ابراہیم وجیہہ الدین صاحب اجین جو ۲۹ ویں داعی المطلق ہوئے آپ کے ہی فرزند ارجمند تھے۔

دوسرا روضہ ۴۱ ویں داعی سیدنا عبداللطیف ذکی الدین صاحب کا ہے۔ آپ نے دعوت کے سلسلہ میں برہان پور کو ہی مرکز بنایا تھا اور اسی شہر میں وہ سپرد لحد ہوئے۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۴ صفر ۱۲۰۰ھ ہے۔

تیسرا روضہ سیدی الشیخ جیون جی صاحب ابن الشیخ داؤد بھائی صاحب سے متعلّق ہے۔ آپ نے برہانپور میں دعوت کا کام کیا اور مومنین کی خدمات میں مصروف رہے۔ آپ کے ایک فرزند ارجمند سیدنا محمد نورالدین صاحب ۴۴ ویں داعی اور دوسرے

فرزندار جمند سیدنا طیب زین الدین صاحب ۴۵ ویں داعی کے مقام پر فائز رہے۔

برہانپور میں جس مقام پر تین شاندار گنبد بنے ہوئے ہیں وہ علاقہ بہت وسیع وعریض ہے۔ یہاں کا انتظام بہت ہی شاندار اور لاجواب ہے۔ مسجد، مہمان خانہ اور دلکش باغ درگاہِ حکیمی کا حصہ ہیں۔ جو بھی یہاں حاضر ہوتا ہے وہ اس کا گواہ بن جاتا ہے۔ ظاہری عظمت وشان اپنی جگہ ہے لیکن روحانی اعتبار سے یہ عظیم الشان و عظیم المرتبت بھی ہے۔ حاضرین ایصال ثواب کے عمل میں مصروف رہتے ہیں اور اوراد کلام اللہ کی تلاوت بھی جاری رہتی ہے۔ بہر حال ایصال ثواب کے عمل میں حاضرین وہاں مصروف نظر آتے ہیں۔

☆ برہانپور : درگاہِ حکیمی جہاں ہمہ وقت زائرین نظر آتے ہیں۔☆

☆ برہانپور : سعیدہ ہاسپیٹل اینڈ ریسرچ سینٹر۔ یہ اسپتال عوامی خدمت اور علاج معالجہ میں بہترین کارکردگی کا مظہر ہے۔ BUMS کے لیے خواہش مند طلبہ دسکریٹری یونانی طبی ایجوکیشن سوسائٹی کھنڈوہ روڈ، برہانپور سے رابطہ کر سکتے ہیں یا ذاتی طور پر ملاقات بھی کی جاسکتی ہے۔☆

شہر دلکشا برہانپور اور وابستگان خاص

(۱) ڈاکٹر منیر احمد خاں حیدر آباد:

پروفیسر سندھ یونیورسٹی جن سے ارباب بصیرت فیض یاب ہوتے رہے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان کی رہنمائی قابل تحسین ہے۔ آپ نے متعدد ممالک کا سفر بھی کیا ہے اور علم وعمل میں بڑے متحرک ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں آپ سے شرف دیدار وملاقات کا موقع حاصل ہوا اور وہ بھی دورانِ حج منیٰ میں۔ جناب شاہد احمد خاں جو آپ کے برادر حقیقی ہیں ان سے بھی مل کر روحانی خوشی حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر منیر احمد خاں کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلافت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب سے حاصل ہوئی جو آپ کے دادا جان تھے۔ دادا جان نے ۲۰۰۵ء میں پردہ فرمایا۔

حضرات القدس (مقامات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) مولفہ شیخ بدرالدین سرہندی، اس اہم کتاب کا ترجمہ وحواشی کا اہم کام) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ۱۴۰۱ھ میں مکمّل کیا اور یہ کتاب ہندوستان سے بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ اس برہانپور کے نقشبندی مجددی خلفاء واولیاء کرام کا بھی ذکر ہے۔ یہ بڑی اہم اور معلوماتی

کتاب ہے۔حضرت میر محمد نعمان اور خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری وغیرہ کے ساتھ ساتھ عبد الرحیم خان خاناں متعین برہانپور کے تعلق سے اہم معلومات اس کتاب کا حصہ ہیں۔

(۲) عبدالستار صاحب پاگر کر ممبئی:

کیپٹن عبدالستار صاحب پاگر کر ہمارے بہت ہی مخلص دوستوں میں ہیں۔ آپ نے بحری دنیا کا سفر کیا ہے اور دنیا کی حقیقت کو قریب سے دیکھا ہے اور سمندری راستوں سے گزرتے ہوئے اللہ کی عظمت کا بخوبی مشاہدہ فرمایا۔اولیاءکرام و بزرگانِ دین سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔شیخ الحدیث حضرت علامہ حبیب البشر خیری رنگون سے بیعت ہوئے ۔تحفہ درود تشریف کی اشاعت آپ کا بڑا کارنامہ ہے اور حضرت مخدوم علی ماہمیؒ کے عربی ترجمہ وتفسیر قرآن کا اردو ترجمہ اور تفسیر کی اشاعت بھی آپ کا مشن ہے انشاء اللہ وہ جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کریں گے۔تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان کا اردو ترجمہ تفسیر القرآن کی دو جلدیں ۲۰۱۸ء میں شائع ہوچکی ہیں۔پہلی جلد سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورۃ البقرہ پر مشتمل ہے۔اسے کیپٹن عبدالستار پاگر کر نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے تاکہ قرآنی تعلیمات اور اس کے پیغام کو آسانی سے اردو ترجمہ کے ساتھ سمجھا جاسکے۔

موجودہ کتاب شہر دلکشا برہانپور کی اشاعت کے تعلق سے جب آپ کو علم ہوا تب آپ نے بڑی ہی حوصلہ افزائی اور اپنی نیک خواہشات کا اظہار بھی فرمایا۔

رابطہ: A.S.A.Pagarkar,Mermaid 2, 1102,11th Floor, Infront of sarovar Vihar, Belapur New Mumbai-400614

(۳) حمید الحق انصاری:

برہانپور کی اہمیت شخصیت ہیں۔ آپ کا خانوادہ بھی برہانپور کی تاریخ وتمدن کا حصہ رہا ہے۔ اردو زبان وادب کے فروغ میں عملی حصہ اس خانوادہ کی عظمت کو سلام کرتا ہے۔ حمید الحق انصاری کی تاریخ پیدائش ۲۷/ مارچ ۱۹۴۹ء ہے۔ آپ کی ولادت برہانپور میں ہوئی۔ جہاں تک تعلیمی رکارڈ کا تعلق ہے آپ نے B.Sc. ، Bio-Group کے ساتھ کیا۔ ادیب ماہر علی گڑھ، ساہتیہ رتن بنارس، سے ہوئے۔ آپ کے والد سچے محبّ وطن رہے جنھیں اہل برہانپور محمد اسمٰعیل فہمی کے نام سے جانتے ہیں۔ فہمی صاحب ملک وقوم کے لیے سرمایہ امتیاز تھے۔ مومن انصار جماعت کی فلاح وبہبودی کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری سے جڑے ہوئے تھے اور پاورلوم و کپڑے کا کاروبار میں ہمیشہ فعال رہے۔ آپ روٹری کلب برہان پور کے بھی صدر رہ چکے ہیں۔

حمید الحق انصاری یونانی طبی ایجوکیشن سوسائٹی برہانپور، سکریٹری مومن جماعت برہانپور، سکریٹری مسجد عبد السّلام برہانپور، جائنٹ سکریٹری ادارہ مدرسہ فیض العلوم برہانپور، سابق سرپنچ مومن جماعت برہانپور کے علاوہ حمیدیہ اسپتال اور ریسرچ سینٹر کے سکریٹری ہیں۔ اور اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اللہ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ سماجی، علمی اور اصلاح معاشرہ میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لیتے ہیں۔ اردو زبان و ادب کے فروغ میں بھی آپ کا بھی بڑا حصہ ہے۔ جلد ہی چند کتابیں جیسے تاریخ برہانپور مولفہ جاوید انصاری برادر محمد اسمٰعیل فہمی اور محمد اسمٰعیل فہمی کا کلام جو پہلے شائع ہوا، دوبارہ اشاعت کے لئے پریس کو بھیجا جا چکا ہے۔ آپ کے والد محترم نے ماثر رحیمی کا ترجمہ اردو میں کیا، اس کی اشاعت بھی حمید الحق انصاری نے فرمائی جو قومی وراثت کا حصہ بن گئی۔

اللہ حمید الحق انصاری کو مزید ملک و قوم کی بھلائی میں سرگرم عمل رکھے اور صحت کاملہ کے ساتھ فعال رکھے۔ آمین۔

رابطہ: 350 خرادی بازار، برہانپور ایم۔ پی
Mobile: 919826362885

(۴) قاضی حمید الدین سید وہاب الدین برہانپور:
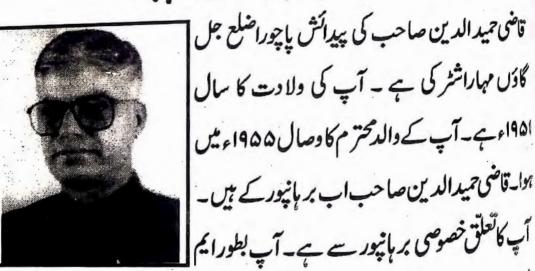
قاضی حمید الدین صاحب کی پیدائش پاچورا ضلع جل گاؤں مہاراشٹر کی ہے۔ آپ کی ولادت کا سال ۱۹۵۱ء ہے۔ آپ کے والد محترم کا وصال ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ قاضی حمید الدین صاحب اب برہانپور کے ہیں۔ آپ کا تعلق خصوصی برہانپور سے ہے۔ آپ بطور ایم ایل اے مدھیہ پردیش اسمبلی میں اس شہر کی نمائندگی بھی کر چکے ہیں۔ آج بھی ہر اعتبار سے بڑے فعال اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ مختلف اداروں اور تنظیموں سے وابستہ ہیں اور عوامی فلاح و بہبود کے کاموں اور امور میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اصلاح معاشرہ اور تعلیم و تربیت میں شہر برہانپور کا خصوصی مقام دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندو ہو یا مسلمان،

اگر آپ کے پاس کسی بھی مسئلہ یا تکلیف کو لے کر اپنی پریشانی بیان کرتا ہے تب قاضی صاحب اس کے لیے جو بھی ہوسکتا ہے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ میونسپل برہانپور کے ذمہ داران ہوں یا پولس افسران، ضلع کلیکٹر یا ان کے آفس سے جڑا ہوا کوئی بھی معاملہ ہو یا صوبائی وزراء اور وزیر اعلی یعنی چیف منسٹر وغیرہ، کسی بھی مسئلہ یا معاملہ کو ان تک پہنچانا ہو اور صورت حال سے آگاہ کرنا ہو تب قاضی صاحب کبھی اس میں پیچھے نہیں رہتے اور عوامی نمائندگی، مفاد عامہ کے تحت قابل قبول حل اور کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔ صاف گو اور حقیقت پسندی کے علمبردار ہیں۔ آپ سے ملاقات حمید الحق انصاری کے توسط سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں برہانپور پر کوئی کتاب لکھ رہا ہوں چنانچہ جب میری ملاقات ابھی حال ہی میں ہوئی تھی تب مجھ سے انہوں نے خاص طور پر دریافت کیا کہ آپ کا کام کس مرحلہ میں ہے۔ میں نے کہا قریب الختم ہے۔ آپ یونانی طبی ایجوکیشن سوسائٹی کے صدر ہیں۔ اس کے ماتحت یونانی طبیہ کالج اور اسپتال منسلک ہیں۔ فی الحال کانگریس کے صوبائی نائب صدر ہیں اور کمل ناتھ (چیف منسٹر ایم۔ پی) صدر ہیں۔ قاضی حمید الدین صاحب کے فرزند سید نور الدین قاضی ایم کام ہیں اور اسکول و کالج کی انتظامیہ کی ذمہ داری بحسن و خوبی نبھا رہے ہیں۔ رابطہ: یونانی طبی ایجوکیشن سوسائٹی/سعیدہ اسپتال، کھنڈوہ روڈ، برہانپور۔ موبائل: 9425111555

(۵) محمد اکرام انصاری محمد سلیم انصاری:

آپ عوامی طور پر گبّو سیٹھ کے نام سے مشہور ہیں۔ جو لوگ اخبارات پڑھتے ہیں انھیں بھی آپ کے متعلّق معلومات ہیں، وہ بھی اسی نام سے آپ کو جانتے ہیں ان کی کاروباری مصروفیات اپنی جگہ، لیکن عوامی مسائل اور حالات حاضرہ پر پوری نظر رکھتے ہیں۔ جب دوستوں اور حلقۂ احباب کی محفل یا میٹنگ ہو تب آپ بڑی بے باکی اور حقیقت پسندی کے ساتھ اپنی بات اور خیالات پیش کرتے ہیں۔ آپ کی باتوں اور دلائل میں بڑا وزن ہوتا ہے۔ اگر آپ خطیب، مقرر یا وکیل ہوتے تب آپ کے سامنے مدِ مقابل کی ایک بھی نہ چلتی اور ہر کیس کی کامیابی کا سہرا آپ کے سر ہوتا۔ اللہ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ اہل علم و عمل کے بڑے قدرداں ہیں۔ وسعت فکر و عمل کے خود بھی حامل ہیں۔ سچائی اور حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ عوامی اور برادری کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ دوسروں کی باتوں اور مشوروں کو سنتے ہیں اور پھر خود انھیں جو بھی کہنا ہو بڑی بے باکی اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میری ملاقات ان سے ہوتی رہی ہے اور جب جب میں برہانپور آیا ان سے شرف ملاقات اور گفتگو کا موقعہ ملا۔ آپ حمید الحق انصاری کے خاص حلقہ احباب میں شامل ہیں۔ اکرام انصاری کی ولادت کا سال ۱۹۵۶ء ہے۔ تعلیمی قابلیت بھی نمایاں ہے۔ والد محترم کانگریس سے وابستہ رہے اور جنگ آزادی کی تحریکوں میں شریک رہے۔ اکرام انصاری بھی اسی جماعت سے وابستہ

ہوئے۔ کاروباری اعتبار سے بھی فعال ہیں اور ہینڈلوم کے بعد پاورلوم کی صنعت و ترقی کے لیے مختلف اداروں سے جڑے رہے۔ ضلع کانگریس کمیٹی کے نائب صدر ہیں ۔مومن وانصار جماعت کے لیے آج بھی سرگرم عمل ہیں۔

رابطہ: ۳۱۴ نزد جنرل پوسٹ آفس، نعمت پورہ، برہانپور ایم۔ پی

موبائل: 9425326303 ، 8770071982

(٦) شبیر حسین برہانپور:

جناب شبیر حسین ولد عنایت حسین ساکن پل کا مدرسہ گاندھی چوک برہانپور آپ کی پیدائش ۱۱ر مارچ ۱۹۶۸ء کی ہے۔ ابتدائی اسکول کی تعلیم کے بعد تعلیمی ترقی کو جاری رکھتے ہوئے گریجویٹ ہوئے یعنی بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ سعیدہ اسپتال وطیبہ کالج برہانپور کے اسٹاف میں شامل ہیں۔ اللہ آپ کو بڑی ہی خوبیوں سے نوازا ہے۔ آپ اپنی خدمات بحسن وخوبی اور بڑے ہی سلیقہ سے انجام دے رہے ہیں۔ اور پہلی بار جو بھی ملاقات کرے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شبیر حسین ان سے برسوں سے واقف ہیں۔ بڑی ہی اپنائیت اور خلوص دل سے ہر آنے والے کا گرم جوشی سے استقبال کرتے ہیں اور ہر ممکن معلومات ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ برہانپور کی تاریخ اور واقعات کا اچھا علم بھی رکھتے ہیں۔ اکبری سرائے کا معائنہ میں نے آپ کی رہنمائی میں کیا تھا اور گیٹ پر جو کتبہ نصب ہے اس سے بھی آپ نے واقفیت کرائی۔ اچھی اور دلچسپ باتوں سے

آپ کے پاس آنے والا آپ کے کردار اور گفتار کی قدر کرتا ہے۔آپ کی حسن کارکردگی اور امور کی انجام دہی واقعی قابل قدر ہیں۔پل کا مدرسہ گاندھی چوک، برہانپور کے سکریٹری ہیں اور جناب مسعود خان اس کے صدر ہیں۔میں درگاہ حکیمی کا دورہ اور مشاہدہ آپ کے ساتھ کیا، آپ نے وہاں کی ہر ایک عمارت سے آگاہ فرمایا۔

رابطہ:919827505963، ہاؤس نمبر ۱۶۰،

پل کا مدرسہ، گاندھی چوک، برہانپور۔ایم۔پی

(۷) مسعود خان:

آپ کا مسکن نزد پل کا مدرسہ، گاندھی چوک برہانپور ہے۔آپ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔حالات و واقعات سے باخبر رہتے ہیں۔ مہمانوں کی بڑی قدر کرتے ہیں اور ایک بار جس سے رابطہ قائم ہو جائے اسے نبھانے کا عزم رکھتے ہیں۔پل کا مدرسہ، اس کے صدر ہیں۔ برہانپور کی اہم عمارتوں کا انھیں علم ہے اور اپنے خیالات کو بڑے اچھے انداز میں بیان کرتے ہیں۔مجھے خود ان کے ساتھ مختلف تاریخی عمارات پر جانے کا موقع مل چکا ہے اور جو بھی معلومات ہیں اسے بحسن و خوبی پیش کرتے ہیں۔اہل علم و ہنر کے قدردان ہیں۔دوسروں کا احترام دل و جان سے کرتے ہیں۔صاف گوئی کے قائل اور علمبردار ہیں۔رابطہ:917999950075

(۸) جمیل اصغر برہانپور:

جمیل اصغر ابن محمد حشمت اللہ ریاضی پیدائش کی تاریخ ۱۵ ر فروری ۱۹۵۳ء ہے۔ان کے آباء و اجداد کا تعلّق مبارک پور (اعظم گڑھ) سے ہے۔جمیل اصغر صاحب کی پیدائش برہانپور میں ہی ہوئی ۔ آپ بڑے ہی ملنسار اور صاحب فکر و عمل ہیں۔مطالعہ بہت وسیع ہے۔آپ نے ندوہ سے بھی تعلیم حاصل کی اور برہانپور کے اہل علم وادب میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ فارسی دانی میں بھی آپ کا جواب نہیں۔ برہانپور کی تاریخ شعرائے کرام اور تاریخی عمارات کا علم بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی شخصیت ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں فعال ہیں۔ مجھے ان سے کئی بار ملاقات کا موقع مل چکا ہے اور آپ ہر علمی و ادبی محفل میں ضرور شریک ہوتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ 'تنہائی کے ہنگامے' بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۹) تنویر برکاتی برہانپور:
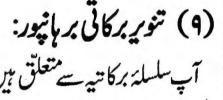
آپ سلسلۂ برکاتیہ سے متعلّق ہیں۔ برہانپور کی تاریخ علم و ادب اور شعرائے کرام اور ان کے کلام کو بحسن و خوبی پیش کرتے ہیں۔اولیائے کرام برہانپور کے متعلّق بھی آپ کو بڑی معلومات ہے۔ جب بھی کوئی مہمان باہر سے آتا ہے تب انھیں آپ ان کے مدفن تک لے کر جاتے ہیں اور تفصیلات سے آگاہ کرتے ہیں۔ تحقیق و جستجو کا مادہ آپ کی فطرت میں داخل ہے۔آپ بھی خوش خلق اور ملنسار ہیں۔ جہاں تک ہوسکتا ہے آپ دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور کالج کی

تقریبات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ خدا انھیں اعلیٰ تعلیم اور منصب سے نوازے۔ آمین! میرا ان سے بہت پرانا تعلق ہے اور جب میں برہانپور پہنچتا ہوں وہ ضرور ملاقات کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ رابطہ: 9754242468

(۱۰) غریب اللہ کامٹی:
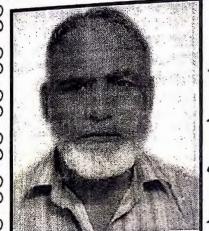
میرے دوست ہیں ڈبلوسی ایل سے وابستہ ہیں۔ روئی گنج نزد عربی مدرسہ کامٹی میں مقیم ہیں اور ان کا وطن بھی کامٹی ہے۔ مطالعہ کا شوق ہے بڑے مخلص اور ملنسار بھی ہیں۔ محنت سرمایہ زندگی رہی اور اسی کی بدولت سرمایہ حیات بھی حاصل کیا۔ دینی و دنیاوی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں۔ اہل علم وعمل کے بڑے قدردان ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند شاہد پرویز M.Com نے بطور Accountant بحرین میں تقرری حاصل کی اور خدمات انجام دیتے رہے۔

غریب اللہ یعنی میرے دوست نے اپنی اہلیہ زاہدہ بیگم کے ساتھ ۲۰۱۷ء میں عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی اور میرے اہل خانہ بھی اس سفر عمرہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے ساتھ ساتھ دیگر تاریخی و مذہبی آثار کی زیارت میں شامل سفر رہے۔ مطالعہ کا شوق ہے۔ برہانپور اور وہاں کے تاریخی مقامات پر حاضر بھی ہو چکے ہیں اور ان سب مقامات پر جناب مسعود بھائی ابن حسن محمد ساکن پل کا مدرسہ کا تعاون اور پورا پورا ساتھ رہا اور ان کی مہمان نوازی کبھی بھلائی نہیں جاسکتی اس بات کا دل کھول کر غریب اللہ اظہار کرتے ہیں۔
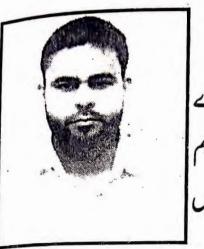
(۱۱) شاہد پرویز کامٹی:

میرے دوست غریب اللہ کے بڑے فرزند، ساکن روئی گنج کامٹی (ناگپور) نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور چارٹرڈ اکاونٹ کا دوسرا مرحلہ بھی پاس کر چکے ہیں۔ آپ بحرین میں تین سال تک ایک فرم میں اکاؤنٹنٹ کے تمام اموراور حساب و کتاب کے جملہ امور انجام دیتے رہے۔ قومی وملی امور میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اپنی اہلیہ یعنی شریک حیات اصفیہ ناہید کے ساتھ عمرہ بھی کر چکے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ یعنی مسجد حرام، مسجد نبویؐ، مسجد قبا اور دیگر تمام مذہبی و تاریخی مقامات بھی دیکھ چکے ہیں۔ بہرحال عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر ہوا۔

آپ بڑے ہی ملنسار، اخلاق و اخلاص کا پیکر، مذہبی اعمال کی ادائیگی پر کاربند اور اپنے کام کو نیک نیتی سے انجام دینے والے شاہد پرویز زندگی کے ہر معاملہ میں فعال نظر آتے ہیں۔ تاریخ سے بھی دلچسپی ہے اور موجودہ کتاب 'شہر دلکشا برہانپور' کی اشاعت میں بھی بڑے محرک رہے۔ .C.A کے آخری سال کو بھی پاس کر جائیں یہی دعا ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی فیصل غنی بھی واقعی غنی صفت ہیں اور ہر ایک کی عزت کرتے ہیں۔ بڑے ہی خوش مزاج اور ملنسار ہیں۔ بی فارم کر چکے ہیں اور اہم دواساز کمپنی سے منسلک ہیں اور اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

Ref: P/M 8592811+R7798460 M.Has 622019

رابطہ: 7559232602 ، 8766570781

(۱۲) نیاز احمد، اعجاز احمد کامٹی:

نیاز احمد ولد علی احمد ہیں ساکن نیا بازار تاج چوک کامٹی اپنے والدین کے ساتھ فریضہ حج ادا کر چکے ہیں۔ان کی اہلیہ بھی ان کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئیں۔ کاروباری مصروفیت اپنی جگہ ہوتے ہوئے بھی نیاز احمد دینی و ملی کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ مطالعہ کا شوق بھی ہے۔ بڑے مخلص اور ملنساری کا پیکر ہیں۔اسی طرح ان کے چھوٹے بھائی اعجاز احمد بھی کاروبار زندگی کے ساتھ ساتھ اہل ایمان و اصلاح کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں۔صاف گو اور صاف دل ہیں۔

نیاز احمد حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت حاصل کر چکے ہیں۔آپ کے دادا جان مرحوم سراج احمد حضرت عبد الغفور بخش اللہؒ برہانپوری سے ۱۹۷۱ء میں بیعت ہوئے اور آپ کامٹی کے پہلے شخص تھے جنھوں نے نقشبندی مجددی سلسلہ میں حضرت عبد الغفور بخش اللہؒ سے ۱۹۷۱ء میں شرف بیعت حاصل ہوا۔

(۱۳) انور بھائی ناگپور:

انور بھائی ابن شیخ ہارون بھائی الطاف ایچ ولی فرم سیتا بلڈی ناگپور کے مالک ہیں۔ بڑے مخلص، خوش مزاج و خوش گفتار شخصیت کے حامل ہیں۔اپنی اہلیہ ڈاکٹر صبیحہ انور کے

ساتھ عمرہ و حج بھی کر چکے ہیں۔ آپ کے فرزند عدنان اور ان کی شریک حیات بھی ۲۰۱۳ء میں عمرہ و حج سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ انور بھائی سے میرے تعلقات برسوں پرانے ہیں اور جب بھی ملاقات ہوتی ہے وہی اپنا پن ان کے کردار کا حصہ ہوتا ہے۔ ایمان و یقین کے ساتھ آپ کی کاروباری مصروفیات جاری ہیں۔ برہانپور بھی اکثر تشریف لاتے ہیں اور درگاہ حکیمی کی زیارت و ایصال ثواب کے عمل کو پورا بھی کرتے ہیں۔ الطاف ایچ ولی نامی، شاپ ویرائٹی اسکاوئر، سیتا بلڈی ناگپور ۴۴۰۰۱۲، کا آغاز ۱۹۱۲ء میں ہوا تھا اسی فرم کے مالک آپ ہیں اور عوامی خدمات یعنی اعلیٰ درجہ کی معیاری چیزوں کو حاصل کرنے والی فرم شاپ الطاف ایچ ولی ہے۔

رابطہ: 0712-2522841, 6531458 , 691399

(۱۴) افتخار احمد کامٹی:

میری بڑی بہن قمر النساء کے بڑے فرزند ہیں۔ افتخار احمد ابن محمد خورشید، نیا بازار کامٹی میں رہائش پذیر ہیں۔ مئی ۲۰۱۴ء میں آرڈیننس فیکٹری آنبہ جھری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں اپنی اہلیہ رخسانہ بیگم کے ساتھ فریضہ حج ادا کر چکے ہیں اور میری ملاقات وہاں بھی دوران حج ہوتی رہی اور ہمیشہ آپ نے تعاون کا مظاہرہ کیا۔ علم و ادب اور مذہب کے معاملات میں اچھی معلومات رکھتے ہیں۔ حلقۂ احباب میں مقبول ہیں اور رسلسلہ نقشبندی مجددی میں حضرت ذوالفقار احمد صاحب سے بیعت ہیں۔ اردو زبان کی بقاو ترقی میں پیش پیش

رہتے ہیں۔اردو رسائل واخبارات خرید کر پڑھتے ہیں۔دینی، مذہبی اور بزرگان دین کی کتابیں اکثر آپ کے مطالعہ میں رہتی ہیں۔حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی کی کتابیں آپ کے ذخیرہ کتب میں شامل ہیں۔

(۱۵) جمیل احمد بھائی کامٹی:

جمیل احمد ولد عبدالرزاق میرے پیر بھائی ہیں۔آپ کو ڈاکٹر پروفیسر حافظ منیر احمد خاں صاحب سے سلسلہ نقشبندی مجددی میں شرف بیعت حاصل ہوا۔آپ بڑے فعال اور دینی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔علماء کرام، بزرگان دین اور اولیاء کرام کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ ان سے مستفیض ہوسکیں۔برادری کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔اپنے والد والدہ کے ساتھ آپ کو حج وعمرہ کی سعادت بھی حاصل ہوچکی ہے۔کاروباری زندگی سے وابستہ ہیں اس لیے ہمیشہ مصروف کار رہتے ہیں۔بڑی خندہ پیشانی اور اخلاق واخلاص سے پیش آتے ہیں۔ایرکھیڑا کامٹی میں مقیم ہیں۔

آپ نے اپنے والد حاجی عبدالرزاق (وفات ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۰ء) والدہ جن ہاجرہ بی (وفات ۱۰/ستمبر 2018) کے ساتھ عمرہ وحج کی سعادت ۲۰۰۰ء میں حاصل کی۔آپ کی اہلیہ جن آسیہ بیگم اور ہمشیرہ جن مہر النساء بھی ساتھ ساتھ سفر حج میں شامل رہے اور تمام ارکان حج پورے کئے۔

حاجی جمیل احمد بھائی کو اللہ نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ہر ایک سے

بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔گھریلو ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں۔بڑے ہی مہمان نواز ہیں۔

(۱۶) صادق الزماں انصاری کامٹی:

آپ کا تعلّق کامٹی سے ہے آپ .Asstt Director (Textile) حکومت مہاراشٹر رہے اور ناگپور میں متعیّن رہے۔آپ کا خاندان کامٹی کی علمی وادبی،سماجی وثقافتی اورتہذیبی وتعمیری سرگرمیوں سے جڑا ہوا ہے۔صادق الزماں اہل دین واہل تصوف کے بڑے قدرداں ہیں۔اللہ والوں کی محفلوں اوران کی تعلیمات سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔بطور شاعر آپ نے اپنا مقام خاص حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔مشاعروں میں شریک ہوکر اپنے خاص انداز میں کلام ترنم کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ہر ایک سے صدق دلی سے پیش آتے ہیں۔قول وفعل میں بھی صادق ہیں اور اہل صدق کی محفلوں کوخوب پسند کرتے ہیں۔خیر وخوبی کامنبہ ہیں۔بڑے ہی وضعدار ،ملنساراورخوش طبع ہیں۔کامٹی وناگپور کی علمی وادبی،سماجی وثقافتی،تدریسی،اصلاحی اوررفاہی امور میں حصہ لیتے ہیں۔آپ کے والد محترم علی احمد اور والدہ حمیدہ بیگم جس وقت ۲۰۰۲ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے میں بھی اسی سال پہلی بار حج کے لئے گیا تھا۔وہاں ان لوگوں سے ملاقات کا موقع ملا۔حاجی علی احمد کی وفات ۲۰۱۴ء میں ہوئی آپ کی والدہ حمیدہ صاحبہ صادق الزماں کے ساتھ رہ کر اپنی ذمہ داریاں نبھاتی

رہیں۔ صادق الزماں مولانا محمد سعید اعجاز کے ہمشیر زادہ ہیں۔ یعنی آپ کی والدہ حمیدہ صاحبہ مولانا سعید اعجاز کامٹوی کی سگی بہن ہیں۔ مولانا اعجاز کی رحلت ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔ صادق الزماں کا مسکن "کاشانۂ اعجاز تاج" بی بی کالونی، ایریکھیڑا کامٹی میں آپ کی خدمات وکامرانی کا تاج ہے جو تاج الاولیاء تاج دارِ ناگپور سے وابستگی کا مظہر بھی ہے۔ صادق الزماں اپنی اہلیہ شمیم بانو کے ساتھ عمرہ و حج ۲۰۱۸ء میں ادا کر چکے ہیں۔ جہاں تک آپ کے دادا جان کا تعلق ہے ان کا نام گلزار احمد تھا جن کی وفات ۲۰۰۲ء میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم علی احمد نے اپنی اہلیہ حمیدہ بیگم کے ساتھ حج وعمرہ ۲۰۰۲ء میں کیا۔ والد محترم کا وصال ۲۰۱۴ء میں ہوا۔ اور والدہ محترمہ حمیدہ بیگم نے ۲۰۱۷ء میں وفات پائی۔

صادق الزماں قومی وملی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور مختلف اداروں سے آپ وابستہ بھی ہیں۔ بڑے ہی سنجیدہ اور نرم گفتگو ہیں۔ جو بھی مشورہ دینا ہو صدق دل سے دیتے ہیں۔ خدا انھیں ہمیشہ سرگرم عمل رکھے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھی پیر عبدالغفور بخش اللہ برہانپوری سے شرف بیعت حاصل کیا۔

رابطہ: "کاشانۂ اعجاز تاج" بی بی کالونی، ایریکھیڑا، کلمنا روڈ کامٹی۔

موبائل: 9881096253

(۱۷) احتشام الدین امام ابن معین الدین امام:

آپ بڑے ہی ملنسار، پیکر خلوص، گفتار و کردار اور عمل کے دھنی ہیں۔ پہلے نیا بازار کامٹی میں آپ کا خاندان آباد تھا

بعد میں اریکھیڑا میں آپ اپنے برادران کے ساتھ منتقل ہوئے اور آج بھی اسی علاقہ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ مقیم ہیں۔ حالات حاضرہ سے پوری طرح باخبر رہتے ہیں ۔ ۲۰۰۷ میں اپنی اہلیہ انیسہ بیگم کے ساتھ عمرہ و حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ کاروباری مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور اہل شہر کے ساتھ برابر وابستہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات اور فرائض دینی میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ہر ایک سے محبّت و مروت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

طلبا کی رہنمائی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ اردو زبان و ادب کے بڑے شیدائی ہیں۔ علم دوست ہیں۔ اہل ایمان و اصلاح کی خاص محفلوں میں شریک بھی ہوتے ہیں۔ صاف دل اور صاف عمل و کردار کے حامل ہیں۔ موجودہ کتاب ''شہر دلکشا برہانپور'' کی اشاعت کے منصوبہ کو جلد از جلد زیور طباعت سے آراستہ دیکھنا چاہتے تھے اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب اب شائع ہو چکی ہے اور ان تک پہنچ بھی چکی ہے۔

(۱۸) ایس۔ ایم۔ طاہر ممبئی:

ایس۔ ایم۔ طاہر۔ انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نزد وی۔ ٹی یعنی سی ایس ٹی ریلوے اسٹیشن ممبئی کی لائبریری میں متعیّن ہیں اور بطور لائبریرین اپنی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ یہ لائبریری اہم کتابوں، جرائد اور اہم مطبوعات میں اہم مقام رکھتی ہے۔ میں خود ایام طالب علمی سے لے کر، محکمہ آثار ہند ناگ پور میں جب تک متعیّن رہا اور آج بھی تحقیقی رہنمائی

کے تحت اس کتب خانہ سے استفادہ حاصل کرتا رہا ہوں۔ پچھلے کئی سالوں سے ڈاکٹر عبد الستار دلوی صاحب جو اس کتب خانہ اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے اعزازی ڈائریکٹر ہیں ان سے بھی وہیں تبادلۂ خیال کا موقع ملتا رہا ہے۔ اسی طرح ایس ایم طاہر صاحب جس کتاب کی ضرورت ہو اسے مطالعہ اور حوالے کے لیے فراہم کرتے رہے ہیں۔ ان کا تعاون قابل تعریف رہا ہے اور مجھے کبھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اسی طرح سلیم صاحب اور محمودہ اور ڈاکٹر سعیدہ پٹیل صاحبہ نے بھرپور تعاون کا مظاہرہ کیا۔ ایم اے اور ریسرچ کرنے والے افراد اور طلباء کو اس لائبریری سے پوری پوری مدد ملتی رہی ہے اور انھیں ایس ایم طاہر صاحب سے رابطہ قائم رکھنے میں ان کے مفادات کو تحفّظ حاصل ہوگا اور ضروری رہنمائی بھی ان کے شامل حال ہوگی۔

رابطہ: ایس۔ ایم۔ طاہر، انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اینڈ لائبریری،
نزدوی۔ ٹی۔ اسٹیشن۔۹۲، دادا بھائی نوروجی روڈ ممبئی۔ا
موبائل: 9967439404

(۱۹) اعجاز احمد نذیر احمد۔ مالیگاؤں:

آپ کا تعلّق مالیگاؤں سے ہے اور وہیں بطور استاد اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔ آپ برہانپور کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔ آپ کا تحقیقی مقالہ ہسٹری آف خاندیش وتھ اسپیشل ریفرنس ٹو دی مغل پیریڈ ہے۔ آپ نے اپنا تحقیقی کام بڑے دل و جان سے کیا ہے اور ابھی تک جتنے بھی تحقیقی کام خاندیش کے

تعلق سے ہوئے ہیں ان میں آپ کا تحقیقی کام بڑا ہی معیاری اور شاندار کہا جاسکتا ہے اور آپ نے خاندیش کے ہر پہلو پر بڑے ہی محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے جو قابل تعریف ہے۔

اعجاز احمد بڑے سنجیدہ مزاج اور خوش گفتار ہیں۔ دوستوں اور اہل علم وادب کا وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ میں تو ان کا مہمان بنتا رہا ہوں اور انہوں نے حق مہمان نوازی کا پوری طرح حق بھی ادا کرتے رہے ہیں۔ برہانپور آپ کے دورے اور مشاہدات کے دوران بھی ان کے ساتھ رہا اور انھیں جو بھی معلومات درکار تھیں انھیں یہاں سے پورا پورا تعاون بھی ملا۔

(۲۰) عبدالواحد مالیگاؤں:
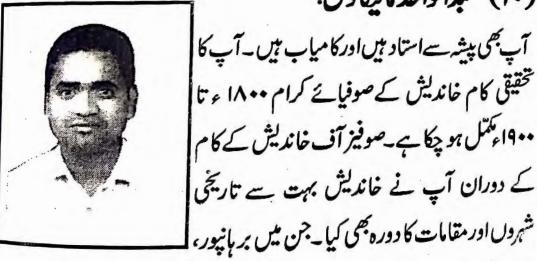
آپ بھی پیشہ سے استاد ہیں اور کامیاب ہیں۔ آپ کا تحقیقی کام خاندیش کے صوفیائے کرام ۱۸۰۰ء تا ۱۹۰۰ء مکمّل ہو چکا ہے۔ صوفیز آف خاندیش کے کام کے دوران آپ نے خاندیش بہت سے تاریخی شہروں اور مقامات کا دورہ بھی کیا۔ جن میں برہانپور، چوپڑا، گالنہ، راویر، دھار، بہادر پور، چالیس گاؤں، جل گاؤں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خاندیش کے صوفیائے کرام و اولیائے کرام کی تعلیمات، ان کے سلسلے، ان کی خدمات، ان کے تعلّقات، ہندوستانی سماج کو ان کی دین اور ان کی علمی و ادبی خدمات پر آپ کا تحقیقی مقالہ بڑا ہی لاجواب ہے۔ ان بزرگان دین کے تعلّق سے جو معلومات ہیں آپ نے اسے بڑے محقّقانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ بھی بڑے زندہ دل اور

اور صاف گو ہیں۔ ہر ایک سے بڑے خلوص کے ساتھ ملتے ہیں۔ رہائش: عبدالواحد، چھوٹے قبرستان کی مسجد کے پاس، مالیگاؤں۔

(۲۱) سہیل انجم کامٹی:

خلیل انجم کے فرزند بھی آرڈیننس فیکٹری سے وابستہ ہیں۔ آنبہ جھری ناگپوران کے عمل کا میدان ہے۔ ۲۲/اکتوبر ۱۹۶۰ء میں آپ پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں ۲۴/مارچ کو ہی سروس کا آغاز ہوا اور مارچ کا مہینہ ان کے لئے بھی یادگار بن گیا۔ اکتوبر ۲۰۲۰ء میں آپ سبکدوشی اختیار کریں گے۔

اپنے والد خلیل انجم کی طرح آپ بھی آنبہ جھری ناگپور فیکٹری میں بڑے فعال ہیں۔ ٹریڈ یونین انٹک سے جڑے ہوئے ہیں اس کے پرسیڈینٹ ہیں۔ یونین سے وابستہ افراد اوران کے مسائل کو حکام بالا تک پہنچا کر مسائل کو بحسن وخوبی حل کرنے میں کامیاب ہیں۔ افسران ہوں یا تکنیکی یا غیر تکنیکی شعبہ کے اہل کار یا فرد سبھی سے بڑا کارآمد ربط وضبط رکھتے ہیں۔ ۱۵/اگست، ۲۶ جنوری کو کوی سمیلن یا مشاعروں کو کامیاب بنانے میں بڑا کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ کامٹی کے ہونہار طلباء کی ہمت افزائی اور آگے بڑھنے کے حوصلے کو مزید تقویت پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ علمی، ادبی، سماجی اور نامور شخصیات کو خاص مواقع پر اپنے پروگراموں میں مدعو کرتے ہیں اور قومی ترقی اور اس کی رفتار کے تحت زمانے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کو اپنا مشن مانتے ہیں۔ سہیل انجم کی رہائش ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی کامٹی میں ہے۔

خبرنامہ: انقلاب، اردو ٹائمز ممبئی

ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی: صدارتی ایوارڈ وسند سے سرفراز

Rashtrpati Awardee w.e.f. 15 Aug. 2009

Hon'ble President Smt. Pratibha Devi Singh Patil presenting certificate of Honour To Dr. M.Y. Quddusi at Rashtrapati Bhawan, New Delhi on 6th May, 2011

ناگپور: سبکدوش ناظم فارسی وعربی کتبات محکمہ آثار قدیمہ (حکومت ہند) ناگپور اور موجودہ انکوائری آفیسر محکمہ آثار قدیمہ، ڈاکٹر محمد یاسین قدوسی کو ان کی گرانقدر فارسی خدمت اور علمی شغف کے لئے حال ہی میں راشٹرپتی بھون نئی دہلی میں منعقدہ ایک با وقار تقریب میں صدر جمہوریہ ہند محترمہ پرتیبھا دیوی سنگھ پاٹل نے صدارتی ایوارڈ

(سرٹیفکیٹ آف آنر) سے نوازا ہے۔ کامٹی (ناگپور) سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر محمد یاسین قدوسی نے فارسی کتبات کی تلاش ان کا مطالعہ اور ان کی اہمیت کو واضح کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان کی انگریزی کتابوں میں ناگپور تاریخ وواقعات، کرناٹک کے فارسی کتبات اور ودربھ مغلوں کے دور میں کافی مقبول ہیں جب کہ اردو میں ان کی کتابوں میں سفر سعادت حج، تاجدار ناگپور، سرپنچ خورشید حق، پیر کارواں، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور ناگپور کامٹی کے مشاہیر قابل ذکر ہیں۔ موصوف کے مضامین معروف رسائل وجرائد کے علاوہ تحقیقی مجلوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ صدارتی ایوارڈ ملنے پر علاقہ کی کئی نامور ہستیاں ڈاکٹر محمد یاسین قدوسی کی کامٹی میں واقع رہائش گاہ پر پہنچ کر انہیں دلی مبارکباد پیش کی ہے۔ (انقلاب ممبئی، ۴ جون ۲۰۱۱ء، اردو ٹائمز ممبئی ۱۹ر جون ۲۰۱۱ء)

About the Author

Dr.Mohammad Yaseen Quddusi (D.o.b.: 02-03-1945)

Qualification : M.A. Hist., M.A. Persian, Ph.D.History,

Post Held. Superintending Epigraphist/H.O.D. (Arabic & Persian), also acted as Director Epigraphy ASI Nagpur.

Books Published Berar (Vidharbha Under the Mughals, Pre-Mughal Berar, Glimpses of Indian History & Culture, Nagpur: Dates & Events, Persian, Arabic & Urdu Inscriptions of Karnataka, Mashahir-e-Nagpur aur Kampti, Tajdar-e-Nagpur, Dr. Ghulam Mustafa Khan, Peer-e-Karwan, Safar-e-Sadat-e-Haj & Tarikh-e-Hind Wo Arab Talluqat etc.

Award

President of India Awardee (Life Time Scholar) Since 2009.

Native Place Kamptee (Nagpur) since Birth.

Address: Dr.M.Yaseen Quddusi, Naya Bazar, Kamptee, (Nagpur) 441001(M.S.) M.9370169571.

کتابیات

(۱) مہاراشٹر اسٹیٹ گزیٹر ہسٹری پارٹ۔II بمبئی ۱۹۷۲ء

(۲) برکات الاولیاء، سید امام الدین طبع ثانی ۲۰۱۵ء
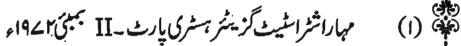
(۳) یادگار سلف، جاوید انصاری ۱۹۸۳ء

(۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ اور انکے مشہور خلفاء ، محمد حسین صدیقی دہلی ۲۰۰۴ء

(۵) عبدالرحیم خانخاناں، چودھری جے کرشن کمشنر ریواں ڈویژن ۱۹۵۹ء، الہ آباد

(۶) مقدمہ رقعات عالمگیر، سید نجیب اشرف اعظم گڑھ

(۷) نوائے ادب، ممبئی، سرسید احمد خان خصوصی نمبر

(۸) شاہکار فاروقیہ، جاوید انصاری

(۹) ریاض دانش، مجموعہ کلام محمد اسمٰعیل فہمی، آگرہ ۱۹۴۶ء

(۱۰) نیرنگ دانش، مجموعہ کلام محمد اسمٰعیل فہمی، ۱۹۷۵ء

(۱۱) معاصر رحیمی، عبدالباقی نہاوندی

(۱۲) معاصر رحیمی، اردو ترجمہ، محمد اسمٰعیل فہمی

(۱۳) معارف، اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء، ۱۹۷۵ء

(۱۴) کتبات کی سالانہ رپورٹ، محکمۂ آثار ہند، عربی و فارسی سیکشن، متعلقہ رپورٹیں

(۱۵) ای پی گرافیہ عربی اینڈ فارسی، ۱۹۶۲ء و دیگر

(۱۶) ویران تاج محل، محمد آصف خان غوری

(۱۷) مکتوبات امام ربانی، متعلقہ جلد

(۱۸) شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی، عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی۔ بمبئی ۲۰۱۵ء

(۱۹) گزیٹر آف بمبئی پریسیڈینسی جلد ۱۲، متعلق خاندیش، بمبئی ۱۸۸۰ء

(۲۰) یادداشت، محمد یٰسین قدوسی

(۲۱) کتبات کے عکس اور ان کے متن کا ترجمہ، محمد یٰسین قدوسی وغیرہ وغیرہ